188644

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188694
UNIVERSAL LIBRARY

ذی النورین ؓ

یعنی خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر وجامع حالات زندگی

مصنفہ

سند الوقت مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جسکو

حکیم محمد سراج الحق صاحب منیجر دلگداز نے

سنہ ۱۹۲۵ء مین

دلگداز پریس واقع کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ مین چھپوا کر

شائع کیا

پہلی بار ۱۰۰۰ جلد — قیمت [illegible]

سخن سنج!! سخن سنج!! سخن سنج!!

سخن سنج

یہ سہ ماہی رسالہ جنوری ۱۹۴۹ء سے جاری ہے حجم ۲ جزہے مضامین نظم و نثر دونوں قسم کے ہوتے ہیں حصۂ نثر میں مسلمان فاتحان ہند کی مختصر تاریخ اور حصۂ نظم میں مشاہیر شعرا کی منتخب غزلیں و مشہور نظمیں قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۹ر نمونے کیواسطے ۲ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔ وی پی نہیں روانہ ہوتا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال ہو۔

منیجر سخن سنج کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

کارخانہ روض الریاحین لکھنؤ کا اصلی عطر	1952

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں)

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ کہیں مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ہے اور ان کے دخل و فصل کا خمیازہ ان ہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں۔ اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو اور کبھی چار کو بھیجدیتے ہیں۔ یہ عام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لیے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال کو جانچ کے اور کفایت خرید کر کے روانہ کردیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعے سے انھیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ [illegible]	عطر بانڑی فی تولہ [illegible]	عطر عروس فی تولہ [illegible]	روح گلاب اصلی فی تولہ [illegible]
؍ موتیا [illegible]	؍ بیلہ [illegible]	؍ برگ حنا [illegible]	؍ حسین اصلی [illegible]
؍ چمیلی [illegible]	؍ راحت روح [illegible]	؍ مجموعہ [illegible]	عطر زاگیسر [illegible]
؍ کیوڑا [illegible]	؍ جوہی [illegible]	؍ سہاگ [illegible]	؍ شہناز [illegible]
؍ خس [illegible]	؍ سنگترہ [illegible]	؍ اگر عرقی [illegible]	مخلوط عنبری [illegible]
؍ فتنہ [illegible]	؍ سیوتی [illegible]	؍ اگر [illegible]	؍ آصفی [illegible]
؍ چمپا [illegible]	؍ مٹی [illegible]	؍ مہک پری [illegible]	عطر صد برگ [illegible]
؍ مولسری [illegible]	؍ گلاب [illegible]	روح بانڑی [illegible]	؍ محبوب پسند [illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمیلی فی سیر [illegible]	روغن بیلہ فی سیر [illegible]	روغن کیوڑا فی سیر [illegible]	روغن حنائی فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر [illegible] ایضاً زعفرانی [illegible]	قوام مشکی فی تولہ [illegible] ایضاً [illegible]	گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ [illegible] نقرئی [illegible]

نوٹ درخواست آنے ہی وی پی اصل روانہ ہوگا۔ [illegible] ذمہ خریدار۔

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

ذی النورین

یعنی حالات حضرت عثمانؓ بن عفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Checked 1975

حضرت خلیفۂ ثالث جناب عثمان خاندان بنی امیہ کے نامور ترین بزرگ اور اپنے افضل الخلق خسر جناب سرور عالم صلعم کے ہم نسب تھے۔ پانچوین پشت مین آپ کا سلسلۂ نسب حضرت رسالتمآب سے مل گیا ہے۔ آپ کے والد ماجد عفان ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے فرزند تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ اروی بنت کریز بن عبد شمس بن عبد مناف کی پرپوتی حضرت عبد المطلب کی نواسی اور خود جناب رسول خدا صلعم کی ان پھوپھی کی بیٹی تھین جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھین واقعۂ اصحاب فیل کے چھ سال بعد اُن کے بطن سے حضرت عثمان پیدا ہوئے۔ ہذا رسول خدا صلعم سے چھ برس چھوٹے تھے۔

یہ مطلق نہین معلوم کہ بچپن کیسا گذرا یا تعلیم و تربیت کس قسم کی ہوئی مگر اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ قریش کی شریفانہ اور کاروباری زندگی جس کے خصوصیات شجاعت و سخاوت تھے وہ آپ مین اقران و امثال سے زیادہ اچھی تھی اس لیے کہ طلوع نیر اسلام سے پیشتر اور تعلیم نبوت اور قرابت رسالت کے فضائل حاصل ہونے سے پہلے ہی آپ نہایت فیاض ستودہ صفات و ہر دلعزیز تھے نزول شریعت اسلامیہ کے قبل ہی آپ نے ایسی مرد جہ بداخلاقیون کو چھوڑ دیا تھا۔ غرض

اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ رہزنی و قزاقی سے ہمیشہ بچتے رہتے۔ اور اپنی سارہی قوم قریش مین اس درجہ ہر دلعزیز و محبوب تھے کہ مثل مشہور ہو گئی تھی۔ اُحِبُّكَ والرحمن حُبَّ قریشٍ عثمانَ ۔ یعنی کوئی کسی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتا تو کہتا "مین خدا کی قسم تم سے محبت رکھتا ہون جیسی محبت قریش کو عثمان کے ساتھ ہے" ۸

اسلام لانے مین آپ کا شمار "سابقین اولین اسلام" یعنی بالکل آغاز اسلام کے ایمان لانے والون مین تھا قبل اس کے کہ حضرت رسالت دشمنون کے اندیشے سے ارقم کے مکان مین روپوش ہون حضرت صدیق اکبر کے سمجھانے اور مشورہ دینے سے آپ ایمان لائے۔

خود حضرت عثمان کا بیان ہے کہ "مین عنفوان شباب مین حسن جمال کا زیادہ فریفتہ رہا کرتا تھا۔ ایک شب کو صحن کعبہ مین آیا تو سنا کہ محمد (صلعم) نے اپنی صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد نکاح ابو لہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ رقیہ حسن و جمال مین یکتاے زمانہ تھین مجھے اس پر بڑا حسد آیا۔ اور دل مین کہا اس دولت حسن کے حاصل کرنے کی مین نے کیون نہ کوشش کی؟ یہی حسرت دل مین لیے گھر آیا تو دیکھا کہ میری خالہ سُعدیٰ بنت کریز بیٹھی ہین۔ جنھون نے میری حسرت بھری صورت دیکھتے ہی چند شعر پڑھے جن مین میرے لیے ہر طرح کی خوبیون اور نعمتون کی پیشین گوئی تھی۔ مین نے حیرت کے ساتھ کہا "مین نہین سمجھا کہ آپ کیا فرماتی ہین؟" اُنھون نے باطنی ریاضتون اور کاہنون کی صحبت مین کہانت کی شان پیدا کر لی تھی۔ لہذا کاہنہ عورتون کے انداز سے سترکے مقفی فقرون مین ایک تقریر کی جس مین ناموس الہی کے ظہور۔ اور اُن کی حقانیت کا اظہار تھا۔" اُن کے اس کلام نے مجھے اور فکرمند بنا دیا۔

"میرا معمول تھا کہ اکثر ابو بکر کے یہان آکے شریک صحبت ہوا کرتا۔ صبح کو اُن کے وہان گیا تو اُنھون نے متفکر دیکھ کر کیفیت پوچھی۔ مین نے خالہ کی

وہ الفاظ اُن کو سنا دیے۔ سُن کر خوش ہوئے اور کہا "تمھاری خالہ سچ کہتی ہین۔ خدا نے محمد بن عبداللہ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے" پھر انھون نے توحید کی حقیقت اور بت پرستی کی مذمت بیان کی۔ اور پوچھا "تم خود چل کے اُن کی زبان سے سنوگے کہ کیا کہتے ہین؟" اتنے مین کیا دیکھتا ہون کہ خود رسول اللہ صلعم چلے آتے ہین۔ اور حضرت علی ہمراہ ہین۔ ابو بکر نے جا کے کچھ کان مین کہا۔ آپ جہان جا رہے تھے وہان کا جانا ملتوی کیا۔ اور یہین آ کے بیٹھ گئے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "عثمان۔ خدا جنت کی طرف بلاتا ہے قبول کرو۔ اُس نے مجھ کو تمھارے اور ساری خلقت کے پاس بھیجا ہے" اب مجھ مین ضبط کی تاب نہ تھی۔ فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کے توحید باری اور آپ کی رسالت کا اقرار کر لیا"

ایمان لانے کے چند ہی روز بعد حضرت سرور عالم نے وحی الٰہی کی پیروی مین خاص خدا کے حکم سے آپ کا عقد نکاح اپنی صاحبزادی جناب رقیہ کے ساتھ کر دیا۔ اس عقد کی بنیاد یہ ہوئی کہ آپ کی دونون صاحبزادیون رقیہ اور اُم کلثوم کا نکاح جاہلیت مین ابو لہب کے دو بیٹون عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ہنوز رخصتی اور زفاف کی نوبت نہ آئی تھی کہ آپ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور ابو لہب شومی اعمال سے آپ کا سب سے بڑا شقی القلب دشمن ثابت ہوا۔ یہان تک کہ سورۂ "تبت یدا ابی لہب وتب" اُس کی مذمت مین نازل ہوئی۔ اور اس نے جھنجھلا کر اپنے دونون بیٹون کو بلا کے سخت ترین حلف دلائی کہ "میرے بیٹے ہو تو محمد کی بیٹیون کو طلاق دے دو" انھون نے طلاق دے دی۔ تب حضرت رب العزت کو منظور ہوا کہ اُن دونون صاحبزادیون کو اُن مشرک شوہرون کے عوض نہایت ہی اچھا خوش جمال و خوش خصال شوہر عطا کرے۔ چنانچہ پہلے وحی کے ذریعے سے حکم ہوا کہ اپنی لاڈلی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان کے ساتھ کر دو۔ اور جب چند سال بعد حضرت بی بی رقیہ کا انتقال ہوا تو پھر حکم الٰہی نازل ہوا کہ اب دوسری پیاری بیٹی اُم کلثوم کو بھی عثمان بن عفان کی نکاح

مین دے دو۔

جسطرح حضرت رقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیون سے زیادہ خوبصورت اور قریش مین نہایت پری وش اور صاحب جمال مشہور تھین اسی طرح حضرت عثمان کی خوبروئی اور خوشجمالی کی جوانان قریش مین شہرت تھی۔ اور ان دونون دولھا دولھن کی زیبائی و رعنائی کا چرچا ہر گھر مین ہو رہا تھا۔

خادم بارگاہ رسالتؐ حضرت اُسامہ بن زید کہتے ہین کہ ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تھوڑا سا سالن دیا کہ جناب عثمان کے گھر مین دے آؤ۔ مین وہان گیا۔ تو دونون میان بیویون کے خوبصورت چہرون کی دلکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت رقیہ اور عثمان کی صورتون کو بار بار دیکھتا تھا۔ اور نہ دیکھ چکتا۔ واپس آیا تو حضور سرورعالم نے پوچھا بھلا تم نے کبھی ان دونون سے اچھا کوئی اور جوڑا بھی دنیا مین دیکھا تھا؟ مین نے عرض کیا کبھی نہین۔

بنی امیہ مین ہونے کی وجہ سے آپ کا دین اسلام قبول کرنا مسلمانون کی نظر مین جس قدر اہمیت رکھتا تھا اسی قدر بنی امیہ کو ایک ایسے دولتمند اور معزز نوجوان رکن رکین کے اپنے گروہ سے نکل جانے کا صدمہ تھا۔ چنانچہ آپ کے اسلام کی شہرت ہوتے ہی آپ کے چچا حکم ابن ابی العاص نے آپ کو رسّی مین باندھا۔ اور ڈانٹا کہ "باپ دادا کا دین چھوڑ کر نیا مبتدع دین اختیار کر لیا۔ جب تک اس سے باز نہ آؤ گے نہ چھوڑون گا۔" مگر آپ نے سب طرح کی سختیان برداشت کین۔ اور توحید کو نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر حکم عاجز آ گئے۔ اور اُن کی سنگدلی پر آپ کا استقلال غالب آیا۔

مشرکین مکہ نے جب مسلمانون کو زیادہ عاجز کیا تو حضرت عثمان اپنی بیوی یعنی جگر گوشۂ رسالتؐ حضرت رقیہ کو ہمراہ لے کر ارض حبش مین چلے گئے۔ جب تک وہان رہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل،

آپ مین لگا رہتا۔ اور ہر گھڑی خیر خیریت کے منتظر رہتے تھے۔ جس وقت سوا دکہ کو چھوڑ کر چلے ہین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد جس نے سب سے پہلے خدائے عزوجل کیطرف ہجرت کی وہ یہی دونوں ہین"۔ وہان سے واپس آکر چند ہی روز حضرت عثمانؓ مکے مین رہے تھے کہ دوسری ہجرت کے ثواب سے بہرہ اندوز ہوئے جو مدینۂ طیبہ کیطرف تھی۔ چنانچہ آپ کا شمار اُن خوش نصیب سابقین اسلام مین ہے جن کو دونوں ہجرتوں کا فخر حاصل ہوا۔

حلیۂ مبارک یہ تھا کہ میانہ قد۔ نازک کتابی چہرہ گندم گون رنگ۔ چہرے پر چیچک کے داغ نہایت خوبصورت دانت۔ بڑی اور خوب گھنی داڑھی۔ سر پر گھنے اور بڑے بڑے بال جو کبھی کانون تک رہتے اور کبھی شانون پر لوٹنے لگتے۔ چوڑی چکلی پیٹھ۔ خوب بھرے بھرے شانے۔ لمبی باہین۔ اور مضبوط و گداز پنڈلیان۔ کہتے ہین کہ آخر عمر مین چندیا پر سے بال اُڑ گئے تھے۔ بڑھاپے مین ریش مقدس کو زرد رنگتے اور دندان مبارک سونے کے تارون سے بندھے رہتے۔ چلتے تو بہت تیز چلتے۔ اور سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی وفات کے بعد جب اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم کو آپ کے عقد نکاح مین دیا تو اُس وقت لخت جگر صاحبزادی سے فرمایا "بیٹی تمھارے شوہر کی صورت تمھارے دادا ابراہیم اور تمھارے باپ محمدؐ سے بہت ملتی ہے"۔ اخلاق و عادات مین بھی حضور سرور عالم سے ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا "میرے تمام اصحاب مین اخلاق و عادات مین مجھ سے مشابہ تر عثمان ہین"۔

آپ کی کنیت پہلے ابو عمرو تھی مگر جب حضرت رقیہ کے بطن سے خدا نے ایک فرزند دیا اور اُس کا نام عبداللہ رکھا گیا تو ابو عبداللہ کنیت اختیار کر لی۔ وہ صاحبزادے اگرچہ تھوڑی ہی عمر مین والدین کے جگر کو داغ دے گئے۔ مگر آپ کی یہ کنیت آخر تک اُن کی یاد تازہ کرتی رہی۔

ہجرت کے بعد دوسرا برس شروع ہوا تھا کہ غزوہ بدر کا معرکہ پیش آیا۔اس وقت اتفاقاً جگر گوشہ رسول اللہ حضرت رقیہ سخت بیمار تھین۔ لہذا آپ نے حضرت عثمان کو اجازت دی کہ بجاے میدان جنگ مین حاضر ہونے کے گھر مین ٹھہر کر بیوی کی تیمار داری کرین۔ اُدھر میدان جنگ مین مسلمانون کو فتح ہوئی اور ادھر جناب رقیہ نے فردوس برین کی راہ لی۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضور سرور عالم نے حضرت عثمان کا بھی حصہ لگایا۔ چنانچہ آپ مجاہدین بدر مین شمار کیے گئے۔ اور بضعة الرسول کی خدمت کے ساتھ آپ کو علم رسالت کے نیچے جہاد کرنے کا ثواب بھی حاصل ہو گیا۔ بعدازان جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ نے اپنی دوسری لخت جگر حضرت اُم کلثوم کو بھی حسب وحی ربانی آپ کے عقد نکاح مین دے دیا۔ مگر افسوس کہ چھ سات سال بعد اُن صاحبزادی نے بھی سفر آخرت فرمایا۔ اس پر حضرت عثمان کو ملول دیکھ کر جناب رسالت نے فرمایا "اگر میری چالیس بیٹیان ہوتین تو اُن سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح مین دے دیتا"۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دونون صاحبزادیون کے ساتھ آپ کا نہایت اچھا برتاؤ رہا تھا۔ اور کبھی کوئی ایسا واقعہ نہین پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ناخوش ہوے ہون۔

تمام اکابر سلف کہتے ہین کہ بجز حضرت عثمان کے دنیا مین کبھی کسی کو یہ اعلی شرف نہین نصیب ہوا کہ پیغمبر کی دو بیٹیان اُس کے عقد مین آئی ہون۔ اور اسی شرف کی بنیاد پر آپ ذی النورین کے لقب سے یاد کیے گئے۔ مگر بعض اہل سیر روایت اس خطاب کی کئی اور وجہین بھی بتاتے ہین۔ جن مین سے ایک یہ ہے کہ آپ جاہلیت مین بھی فیاض تھے۔ اور اسلام مین بھی۔

حضرت عثمان اپنی ابتداے عمر ہی سے دولتمندان اسلام مین شمار کیے جاتے تھے۔ اور آپ کی دولت ہمیشہ مسلمانون کی فلاح

اور ترقی اسلام مین کہیم آتی رہی۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینے مین آئے تو انھین پانی کی سخت تکلیف تھی۔ بیئر رومہ نام ایک کنوان تھا جو ایک یہودی کے قبضے مین تھا۔ اور وہ بغیر قیمت لیے کسی مسلمان کو پانی نہ بھرنے دیتا۔ نادار مسلمانون کو پانی کی تکلیف دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا "کوئی ہے جو اس کنوئین کو خرید کر مسلمانون کے لیے عام کر دے اور اس کے عوض مین جنت لے؟" یہ ارشاد نبوی سنتے ہی حضرت عثمان جا کے اُس یہودی سے ملے۔ اور کنوئین کی خریداری کے معاملے مین گفتگو کی اس نے پورے کنوئین کے بیچنے سے تو انکار کیا۔ مگر کہا "یہ ہو سکتا ہے کہ مین اس کنوئین کا آدھا حق بیچ ڈالون"۔ حضرت عثمان نے فوراً اس کی منہ مانگی قیمت یعنی بارہ ہزار درہم دیکر آدھا کنوان خرید لیا۔ اور یہ طے ہوا کہ اُس مین سے ایک دن پانی لینے کا حق حضرت عثمان کو رہے اور ایک دن اُس یہودی کو۔ آپ نے اپنا حق مسلمانون پہ عام کر دیا۔ اور معمول ہو گیا کہ آپ کی باری کے دن مسلمان دو روز کا پانی بھر لیا کرتے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ پانی کی خریداری مطلق موقوف ہو گئی۔ تب مجبور ہو کر اُس یہودی نے حضرت عثمان کے پاس آکر کہا "اب وہ باقی حصہ بھی آپ ہی خرید لین"۔ آپ نے آٹھ ہزار درہم دیکر باقی حصہ بھی مول لے لیا۔ اور سارے کنوئین کو مسلمانون کے حق مین وقف کر دیا۔ اس کارروائی سے آنحضرت صلعم بیحد محظوظ ہوے اور حضرت عثمان نے اس طریقے سے جنت خرید لی۔ مگر یہ خیال کرنے اور عبرت پکڑنے کا مقام ہے کہ یوم الدار مین جب بد معاشون نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا ہے تو اسی کنوئین سے حضرت عثمان کا پانی روکا گیا۔ اور آپ کے خاندان والون کو ایک ایک قطرہ آب بڑی دشواریون سے نصیب ہوتا تھا۔

اس کے بعد جب مدینے مین مسلمانون کی کثرت ہوئی اور مسجد نبوی حق پرستان توحید کے لیے تنگ ثابت ہوئی۔ تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو ہماری مسجد کو وسیع کرے" یہ دینی

سودا کرنے کو بھی حضرت عثمان ہی اُٹھے۔ اور مقام "خمس سوار" کی زمین جس پر ایک قبیلے کا مویشی خانہ تھا بیس یا پچیس ہزار درہم کو خرید فرما کے مسجد رسالت صلعم میں شامل کر دی۔ اور یوں اپنی بے نظیر فیاضی سے دوبارہ جنت خرید لی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر رسالت کے لیے سامان سفر اور زاد راہ کی بہت کمی تھی۔ تمام صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ایثار و کرم کا جوہر دکھایا۔ مگر حضرت عثمان نے نوسو پچاس اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کا انتظام اپنے روپئے سے کر کے رسول خدا صلعم کو بیحد خوش کر دیا۔ چنانچہ زبان وحی ترجمان سے ارشاد ہوا "اب عثمان جا ہے کچھ کریں انھیں ضرر نہیں پہونچ سکتا" اور بے اختیار تین بار یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے "میں عثمان سے راضی ہوں۔ خداوندا تو بھی راضی ہو" ایک بار حضرت عثمان نے جناب رسالت کی خدمت میں حلوا بھیجا تھا۔ آپ نوش فرما کر بیحد محظوظ ہوئے۔ اور اس موقع پر بھی زبان مبارک پر یہی الفاظ جاری ہو گئے کہ "خداوندا۔ عثمان تیری رضامندی چاہتا ہے۔ تو اُس سے راضی ہو جا"

حضرت عثمان پر ایک الزام بھی آگیا تھا وہ یہ کہ غزوۂ اُحد میں جب مشرکین نے پشت کیف سے نکلکر حملہ کر دیا مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور حضور سرور عالم کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ تو حضرت عثمان اور بہت سے صحابہ کمال بدحواسی و اضطراب میں میدان جنگ چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ مگر خداوند جل و علا نے اُن کا اور اُن سب مسلمانوں کا قصور وحی متلو کے ذریعے یہ ارشاد فرما کر معاف کر دیا کہ "ولقد عفی اللہ عنھم"

آپ کی سب سے بڑی فضیلت جیسی کہ اور کسی کو نہ نصیب ہو سکی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ حضرت سرور عالم کے سفیر بنکر مشرکین مکہ کے پاس گئے تو مشرکین نے آپ کو عمرہ اور طواف کعبہ کی اجازت دے دی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا۔ جب تک حضرت رسالت مآب

طواف نہ فرمائیں میں طواف نہیں کرسکتا۔ یہی خود رسول اللہ صلعم نے اپنے مقام پر صحابہ سے فرمایا تھا کہ "جب تک میں طواف نہ کروں گا عثمان ہرگز نہ کریں گے" یہ ارشاد فرما ہی رہے تھے کہ خبر آئی مشرکین نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا۔ اتنا سنتے ہی آپ جان دینے اور لڑنے مرنے کو طیار ہو گئے۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور ہمراہیوں سے جہاد کی بیعت لینا شروع کی۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ اور دوسرے کو اپنا ہاتھ بتا کے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر حضرت عثمان کیطرف سے بیعت لی۔ اور اُن کو بھی اس بیعت میں شریک فرما لیا۔ اگر غور سے دیکھیے تو ایسی عزت کسی کو نہیں حاصل ہوئی۔ حضرت ختم المرسلین خاص جانبازی اور دینی سرگرمی کے موقع پر اپنے دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ بتاتے اور اپنے گوشت و پوست کو اُن کا گوشت و پوست قرار دیتے ہیں۔ بیشک آپ حضرت رسالت صلعم کے دست و بازو تھے۔ اور یہی مبارک ہاتھ تھا جو پیغمبر کے سینے کی وحی کو قلمبند کیا کرتا تھا۔

ایک بار حضرت عثمان نے جناب عائشہ صدیقہ کی زبان سے سُن پایا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسالت صلعم کو چار فاقے گزر چکے ہیں۔ سنتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ اور اُسی وقت جا کر آٹا گیہوں اور خرمے اونٹوں پر لاد کے لائے۔ اس کے ساتھ ایک ذبح اور صاف کی ہوئی بکری اور تین سو درہم بھی حریم رسالت صلعم میں پیشکش کر دیے جناب رسالت کو اس ایثار عثمانی کی خبر ہوئی تو خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ اور وہی دعا جو کئی بار کر چکے تھے پھر کی کہ "خداوندا میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اُس سے راضی ہو جا" یہ دعا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آپ کے حق میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات کو ابو سعید خدری اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اول شب سے صبح تک مسلسل یہی دعا حضرت عثمان کے حق میں فرماتے رہے

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ چنانچہ حضور سرور عالم کی زندگی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اکثر راتوں کو یہ ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں

پورا قرآن ختم کر دیتے۔ بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ اور قائم اللیل اور ہمیشہ روزہ رکھتے۔ شب زندہ داری کی یہ حالت تھی کہ رات کے فقط تھوڑے سے ابتدائی حصے مین سولیا کرتے۔ پھر ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے گزر جاتی۔ خشوع اور خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز مین روتے روتے داڑھی آنسوؤن سے تر ہو جاتی۔

حضرت ابن عباس سے آپ کی فیاضی کا ایک عجیب واقعہ مروی ہے۔ فرماتے ہین۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد ہمایون مین ایک بار قحط پڑا اور لوگ فقر و فاقہ کی مصیبت مین مبتلا تھے۔ اس کو حضرت صدیق رض کی کرامت سمجھیے یا جو خیال کیجیے کہ آپ نے لوگون سے فرمایا کل صبح تمھاری مصیبت دُور ہو جائے گی۔ صبح ہوتے ہی مدینے مین مشہور ہوا کہ حضرت عثمان کے ایک ہزار اونٹ غلّے سے لدے ہوئے آرہے ہین۔ ابھی اونٹ آبادی مین نہین داخل ہونے پائے تھے کہ مدینے کے آڑھتیے حضرت عثمان سے آکر ملے اور اُس غلّے کی خریداری کا سودا کرنے لگے۔ آپ نے پوچھا "تم اِس کی خریداری پر کیا نفع دو گے؟" اُنھون نے کہا "دس کے بارہ"۔ آپ نے فرمایا "مگر مجھے تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ اُنھون نے پہلے دس کے چودہ کیے اور پھر پندرہ کر دیے۔ مگر آپ برابر یہی کہتے رہے کہ "مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ اس اثنا مین اونٹ آگئے اور غلّہ اُترنا شروع ہوا۔ آڑھتیون نے حیران ہو کر پوچھا "حضرت وہ کون تاجر ہے جو آپ کو اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے؟" فرمایا "مجھے ایک ایک درہم کے عوض مین دس دس درہم مل رہے ہین بھلا تم دو گے؟" سب نے کہا "یہ تو ہماری بساط سے باہر ہے"۔ فرمایا "تو مین تمھین گواہ کر کے کہتا ہون کہ یہ سب غلّہ مین نے مدینے کے فقیرون اور محتاجون کو دے دیا"۔

سنہ ۳۰ ہجری مین بہت سے ملک فتح ہوئے۔ اور اقطار عالم مین ہر طرف صحابہ جہانگیری اور اعلائے کلمۃ اللہ کرتے پھرتے تھے۔ مدینے مین اُن دنون دولت کی انتہا نہ رہی تھی۔ خزانے بھر گئے تھے۔ اور

حضرت عثمان جی کھول کر فیاضیاں کر رہے تھے۔ جو کوئی آکے مانگتا آپ روپیہ لیجانے کی بے تکلف اجازت دیدیتے۔ چنانچہ ایک ایک شخص لاکھ لاکھ توڑے اُٹھا لے جاتا۔ اور ہر توڑے مین چار ہزار اوقیہ چاندی ہوتی۔

معمول تھا کہ ہر جمعہ کو آپ ایک غلام آزاد فرماتے۔ اور اگر کسی جمعہ مین اتفاقاً ناغہ ہو جاتا تو دوسرے جمعہ مین اُس کا معاوضہ فرما دیتے۔ مہمانون اور رفیقون کو پُرتکلف کھانے کھلاتے اور خود فقط سرکے اور زیتون پر بسر ہوتی لباس بھی سادہ اور کم قیمت رہتا۔ سادگی کی یہ حالت تھی کہ مسجد مین چادر ڈال کے بے تکلف سو جاتے۔ عام لوگون مین بیٹھتے تو اس وضع سے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ نظر آتا۔ حسن بصری کہتے ہین "مین مسجد نبوی مین گیا تو دیکھا کہ حضرت عثمان اپنی چادر پر ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہین۔ اتنے مین دو بہشتی لڑتے ہوے آئے اور آپ نے اُن کا جھگڑا چکا دیا۔"

ایک بار آپ نے ایک غلام سے کہا "مین نے تیری گوشمالی کی تھی تو بھی میرا کان پکڑ کے مل۔" اُس نے بحکم الامر فوق الادب کان تو پکڑ لیا مگر آہستہ سے۔ فرمایا نہین زور سے کان پکڑ۔ دنیا کا قصاص قصاص آخرت سے اچھا ہے۔

قناعت اور صبر و شکر کی یہ شان تھی کہ چالیس دن تک محاصرہ رہا۔ دانہ پانی بند تھا سخت سے سخت اذیتین پہونچائی گئین مگر آپ کی زبان سے شکایت کا کلمہ نہ نکلا۔ تمام صحیح اور مستند حدیثون سے ثابت ہے کہ جناب رسول خدا نے آپ کی شہادت کی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ایک بار ارشاد ہوا "عثمان کو خوشخبری سنا دو کہ وہ ایک ہنگامے مین ثابت قدم رہین گے"۔ ایک بار حضرت طلحہ سے ارشاد ہوا "ہر نبی کے ساتھ جنت مین اُس کی اُمت مین سے کوئی رفیق ہو گا۔ میرے رفیق عثمان ہین۔ وہ جنت مین میرے ساتھ ہون گے"۔ ان حدیثون کی خود حضرت عثمان کو بخوبی اطلاع تھی۔ چنانچہ محصوری کے زمانے مین آخر تک یہی کہتے رہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے۔ اور مین اُس پر قائم رہون گا"۔

ایام خلافت مین بجز آخری سال کے ہر سال آپ حج کو جاتے۔ اُمہات المومنین کو ساتھ لے جا کے حج کراتے۔ اور تمام ممالک محروسۂ اسلام

مین اعلان کرا دیا تھا کہ جن لوگون کو کچھ شکایت ہو موسم حج مین آکر مجھ سے ملین۔ اچھے کام کرین۔ اور برے کامون سے بچین۔ کمزور شخص اگر مظلوم ہو تو مین ہر زبردست کے مقابلے مین اُس کے ساتھ ہون"

اس کے بالکل روادار نہ تھے کہ حضرت رسالت صلعم کے اعزہ کے ساتھ کوئی گستاخی کرے، کسی شخص نے عم رسول اللہ حضرت عباس کی توہین کی تھی، آپ نے اُس کو مارا پیٹا اور فرمایا "بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم تو اپنے چچا کی تعظیم و تکریم کرین۔ اور مین اُن کی توہین گوارا کرون؟ ایسی بات کو جو شخص جائز رکھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے"

مدینے مین جب دولتمندی بڑھی تو پہلی بُرائی یہ پیدا ہوئی کہ لوگون کو کبوتر بازی اور غلیل بازی کا شوق ہوا۔ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے آٹھوین سال مسلمانون کی یہ بدمذاقی دیکھ کر ایک عہدہ دار خاص اس خدمت پر مامور فرمایا کہ کبوترون کے پر کاٹ دے اور غلیلون کو توڑ ڈالے۔

آپ کے خلیفۂ اسلام منتخب ہونے کا واقعہ بھی تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ ۲۳ھ مین ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخون مین حضرت عمرؓ شہید ہوئے تھے۔ اور تیسری محرم ۲۴ھ کو آپ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ لہذا اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۸ سال کی تھی۔ اور تمام امیدواران خلافت مین سب سے زیادہ محترم و سن رسیدہ آپ ہی تھے۔

حضرت فاروقؓ نے سفر آخرت کے وقت انتخاب خلیفہ کے بارے مین جو کارروائی کی اور جو ہدایتین فرمائین اُن کا تعلق حضرت عمرؓ کے حالات زندگی سے ہے۔ لہذا ہم اُس کا تذکرہ نہین کرتے۔

جب فاروق اعظم حضور سرور عالم کے پہلو مین سُلا دیے جا چکے تو حضرت مقداد نے اُن بزرگان امت کو جنھین حضرت عمر اہل شوریٰ منتخب فرما گئے تھے بیت المال کے مکان یا مسور بن مخرمہ کے

گھر اور بعض کے نزدیک حجرۂ عائشہ یعنی روضۂ اطہر حضرت رسالت مآبؐ میں جمع کیا۔ حضرت طلحہ باہر سفر پہ گئے ہوئے تھے موجود نہ تھے آبو طلحہ انصاری کو ان بزرگوں نے حکم دیا کہ دروازے پہ بیٹھیں اور جب تک تصفیہ نہ ہو جائے کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی بلوا کر بٹھا لیے گئے۔ اتنے میں عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ آکے دروازے پر آ بیٹھ گئے۔ مگر سعد ابن ابی وقاس نے سنگریزے مار مار کر انھیں اٹھا دیا۔ اور فرمایا "ان دونوں کا مقصد یہاں آکے بیٹھنے میں یہ تھا کہ لوگوں میں مشہور کریں ہم بھی اہل شوری میں شریک تھے"!

اب انتخاب جانشین خلافت کی بحث چھڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ ہر بزرگ اپنا دعوی پیش کر رہے تھے۔ یہ رنگ دیکھ کر ابو طلحہ نے روک کر کہا "میرے نزدیک بجائے اس کے کہ آپ سب صاحب مستحق خلافت ہونے کا دعوی کریں یہ بہتر ہوتا کہ سب کو اس کے قبول کرنے سے انکار ہوتا۔ مگر قسم ہے اُس خدائے وحدہ لاشریک کی جس نے عمر کو وفات دی میں آپ کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دوں گا۔ جیسا کہ وہ مجھے حکم فرما گئے ہیں۔ اور اس مدت کے اندر اگر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو میں اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہوں گا"!

آخر یہ دیکھ کر کہ فیصلے کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوتی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "اچھا یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں سے کون کون صاحب اس کے لیے طیار ہیں کہ اپنے ذاتی دعوے سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے افضل و بہتر شخص کے ہاتھ میں عنان خلافت دینا پسند کریں؟" اس کا کسی سے کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگے "سب سے پہلے میں خلافت کے حق سے دست بردار ہوتا ہوں"۔ ان کو دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت عثمان بولے "اور میں بھی دست بردار ہونے کو طیار ہوں"۔ پھر اور سب صاحبوں نے بھی اس کو قبول کر لیا بجز حضرت علی کے جو ابھی تک خاموش تھے۔ چنانچہ عبدالرحمن نے اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا "ابو الحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟" حضرت علی نے

کہا، پہلے سب صاحب مجھے اطمینان دلا دین کہ حق کو اختیار کرین گے۔ ذاتیات کو نہ دخل دین گے۔ اپنے کسی قرابت دار کی جنبہ داری نہ کرین گے۔ اور امت کو جھوٹا مشورہ نہ دین گے؟" پھر مزید اطمینان کے لیے یہ کلمات بھی کہے "سب صاحب مجھ سے عہد کرین کہ اگر کوئی شخص تغیر و تبدل کرنا چاہے گا تو اُس کے مقابل مین میرا ساتھ دین گے۔ اور مین جس کو آپ کے لیے منتخب کرون اُسے منظور کرلین گے۔ مین بھی خدا کو درمیان مین دیکر عہد کرتا ہون کہ کسی عزیز و قریب کی جنبہ داری نہ کرون گا۔" سب نے اس کو قبول کیا۔ اور حضرت علی نے سب سے عہد و پیمان لے کر خود بھی ایسا ہی عہد کیا۔

یہ عہد و پیمان ہو جانے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علی سے کہا، آپ کو دعویٰ ہے کہ قرابت رسول اللہ اور واقفیت دین کے لحاظ سے آپ تمام حاضرین سے افضل اور سب سے زیادہ مستحق خلافت ہین۔ لیکن مین پوچھتا ہون کہ فرض کیجیے اگر آپ کو خلافت نہ ملے تو آپ کے نزدیک اس جماعت مین سے کس کو زیادہ ترجیح ہے؟ فرمایا، "عثمان کو"۔ بعد ازان عبدالرحمن نے حضرت عثمان کو الگ لے جا کر اُن سے کہا: "آپ کو دعویٰ ہے کہ نسل عبد مناف کے معزز شخص ہین۔ حضرت رسول علیہ السلام کے داماد ہین۔ ابن عم ہین۔ حضرت رسالت سے پرانا سابقہ ہے اور اوروں پر فضیلت رکھتے ہین لہذا خلافت بجز آپ کے کسی کو نہین مل سکتی لیکن مین پوچھتا ہون کہ بفرض محال وہ آپ کو نہ ملی تو آپ کے نزدیک اِن مین سے کون شخص اُس کا زیادہ مستحق ہے؟" فرمایا "علی"۔

اس اثنا مین حضرت علی سعد سے ملے اور کہا "خدا سے ڈریے۔ اور میرے فرزند کو جو تعلق و قرابت حضرت رسالت کے ساتھ ہے اور آپ کو جو علاقۂ یگانگت عم رسول اللہ کے ساتھ ہے اُن دونون کا واسطہ دلا کر مین استدعا کرتا ہون کہ عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ ملکر آپ عثمان کی جنبہ داری نہ کرین"۔

ادھر حضرت عبدالرحمن نے یہ کارروائی کی کہ راتون کو مدینے مین گشت لگاتے۔ تمام اصحاب رسالت صلعم سے۔ اُن سرداران دولت

اسلام سے جو مدینے ہین موجود تھے۔ اور نیز شرفائے قبائل سے ملتے۔ اس بارہ خاص مین اُن کی رائے دریافت فرماتے۔ اور اُن سے مشورہ کرتے۔ تین دن کی مہلت جو حضرت عمر نے مقرر فرمائی تھی اُنھون نے اسی کام مین خرچ کر دی۔ بعض لوگون کا بیان ہے کہ گشت کرتے وقت اُن کے چہرے پر نقاب پڑی رہتی۔ اس طرح عام لوگون سے مشورہ لیا تو جس سے ملے اُس کو حضرت عثمان کا طرفدار پایا۔

آخری صبح کو جس روز مدت پوری ہونیوالی تھی تڑکے پو پھٹتے ہی مسور بن مخرمہ کے گھر مین آئے اُن کو جگایا۔ اور کہا "آج مین ساری رات جاگتا رہا ہون۔ اب آپ جا کے سعد و زبیر کو بلا لائین"۔ چنانچہ وہ بلا لائے۔

اِن بزرگون کے آتے ہی حضرت عبدالرحمن نے جناب زبیر سے کارروائی شروع کی۔ اور اُن سے کہا "آپ خلافت کو بنی عبد مناف کے لیے چھوڑ دین اور فرمائین کہ اس خاندان کے بزرگون مین سے آپ کس کو پسند کرتے ہین؟" اُنھون نے کہا "علی" کو۔ پھر اُنھون نے حضرت سعد سے کہا "آپ بھی اپنا حق خلافت مجھ پر چھوڑ دین"۔ اُنھون نے فرمایا "اگر آپ اپنے لیے چاہتے ہین تو مجھے منظور ہے۔ لیکن اگر آپ کا یہ منشا ہو کہ عثمان کو ترجیح دین تو مین علی کا طرفدار ہون۔ بہتر یہ ہو کہ آپ خود اپنے ہاتھ پر بیعت لے لین۔ اور جھگڑا چکائین"۔ عبدالرحمن نے کہا "مین خلافت کے دعوے سے دست بردار ہو چکا۔ اور اگر باز دعویٰ نہ دے چکا ہوتا تو بھی مین اس کو اپنے لیے نہین پسند کرتا۔ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ ایک سرسبز مرغزار مین چلا جاتا ہون جس مین ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا ہے۔ اس مین ایک اونٹ داخل ہوا۔ اور بغیر اس کے کہ اِدھر اُدھر سبزے کو آنکھ اُٹھا کے بھی دیکھے سیدھا تیر کیطرح نکلا چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور اونٹ داخل ہوا اور وہ بھی اُسی شان سے بغیر کسی طرف دیکھے بھالے نکل گیا۔ بعد ازان عجیب و غریب شان کا ایک اور اونٹ اس مرغزار مین داخل ہوا وہ بھی اپنی مہار کھینچتا ہوا چلا گیا۔ پھر ایک اور اونٹ داخل ہوا جس نے ہر طرف منھ ڈالنا شروع کیا۔ اور گھانس کو نوچ نوچ کر کھانے لگا۔ مین خدا کی قسم یہ چوتھا اونٹ نہ بنون گا۔ اور سچ یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کے بعد جو شخص اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے گا غیر ممکن ہے کہ سب کو خوش رکھ سکے"۔

اب مسور بن مخرمہ نے حضرت علی کو بلا بھیجا۔ آپ دیر مین تشریف لائے۔ مگر آپ کو اس مین مطلق شک وشبہ نہ تھا کہ مین ہی خلیفہ منتخب ہون گا۔ آپ کے بعد حضرت عثمان بلائے گئے۔ اس موقع پر عبدالرحمٰن نے دونون صاحبون سے کچھ گفتگو کی جس کی نسبت عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے مجھ سے کہا "جو کوئی تم کو تبائے کہ عبدالرحمٰن نے دونون حضرات سے یہ کہا تھا تو جان لو کہ اُس نے بے جانے بوجھے کہدیا اور غلط کہتا ہے" اس لیے کہ یہ باتین بالکل صیغۂ راز مین تھین اور کسی کو ان کی خبر نہین ہونے پائی۔ اسی کارروائی پر یہ صحبت ختم ہوئی۔

بعد نماز صبح پھر سب صاحب جمع ہوے اور اب اس وقت تمام مہاجرین بزرگان سابق الاسلام معززین انصار اور سرداران فوج بلوا کر مسجد نبوی مین جمع کر لیے گئے۔ یہان تک کہ مسجد آدمیون سے بھر گئی اور عبدالرحمٰن بن عوف نے سب سے کہا "لوگو۔ سب صاحبون کی راے یہ ہے کہ تمام حضرات جو مختلف شہرون سے یہان آئے ہوئے ہین اپنے اپنے مقامات مین جلدی واپس جائین۔ لہذا آپ کی واپسی سے پیشتر سب صاحب مجھے اس معاملے مین مشورہ دین۔ یعنی تبائین کہ کون صاحب خلیفۂ رسول منتخب کیے جائین"۔

یہ سنتے ہی عمار بن یاسر اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہین کہ مسلمانون مین تفرقہ نہ پڑے تو علی کے ہاتھ پر بیعت کیجیے"۔ پھر مقداد بن اسود اٹھے عمار کی تائید کی۔ اور کہا "اگر آپ نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہین کہ سمعنا واطعنا، یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا"۔

مقداد کے بیٹھتے ہی عبداللہ بن ابی سرح نے اُٹھ کر کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہین کہ قریش مین جھگڑا نہ ہو تو عثمان کے ہاتھ پر بیعت کیجیے"۔ اس کی تائید اُٹھ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کی اور مقداد کی طرح کہا "اگر آپ نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہین کہ سمعنا واطعنا"۔ ابن ابی سرح اپنی تائید ہوتے دیکھ کر خوش ہوے۔ اور عمار نے کہا "یہ تم کب سے مسلمانون کے

ناصح بن گئے؟"

یہ اختلاف بڑھا اور بنی ہاشم اور بنی اُمیہ مین ردّ و قدح ہونے لگا۔ یہ نزاع دیکھ کر عمار بن یاسر اُٹھے۔ اور سب لوگون کیطرف خطاب کرکے کہا "لوگو! اللہ جل شانہ نے ہمکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف و وقار بخشا۔ اور اپنے دین کے ذریعے سے عزت و ممتاز کیا۔ لہذا خلافت کو خاندان نبوت سے نکالکر کدھر ہٹائے لیے جاتے ہو" یہ الفاظ سُن کر ایک مخزومی شخص بولا "ابن سمیہ تم اپنی حد سے گزر گئے۔ تمھین حکومت قریش سے کیا واسطہ؟"

لوگون کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت سعد نے جناب عبد الرحمن سے کہا "آپ اپنے کام سے فراغت کرین۔ اور فتنہ پیدا ہونے سے پہلے فیصلہ کردین" چنانچہ حضرت عبد الرحمن نے پہلے یہ کہا کہ امیدواران خلافت سے عہد لیا کہ "اگر مین آپ کے ہاتھ پر بیعت کرون تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم اور سیرت شیخین ابو بکر و عمر پر کاربند رہین گے۔ اور اگر آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرون تو آپ راضی رہین گے۔ قبول کرلین گے۔ اور منکر و مخالف کے مقابلے مین میرا ساتھ دین گے" یہ عہد لیتے ہی اُنھون نے حضرت علی کو بلایا آپ اُٹھ کر قریب گئے تو کہا "آپ سے خدا کا واسطہ دلا کر عہد لیا جاتا ہے کہ ہمیشہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلعم اور سیرت ہر دو خلیفۂ سابق کی پیروی کرین گے" حضرت علی نے جواب دیا "کہ ہان اپنے علم کی حد تک اور جہان تک ممکن ہے اس عہد کی پابندی کرون گا" اس کے بعد حضرت عثمان رض کو بلا کے اُن سے بھی وہی عہد و پیمان لیا۔ اور انھون نے صاف الفاظ مین اقرار کیا کہ "ہان میرا طرز عمل یہی رہے گا"

اس واقعے کو ابن قتیبہ نے ذرا اختلاف اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ عبد الرحمن بن عوف نے پہلے حضرت عثمان کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا۔ اور کہا "خدا کو درمیان دیکر عہد و پیمان کیجیے کہ اگر مین آپ کے ہاتھ پر بیعت کرون تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم و سنت شیخین پر قائم رہین گے۔ اور حضرت عمر کی اس شرط کو بھی پورا کرین گے کہ مسلمانون

کی قسمت بنی اُمیہ مین سے کسی کے ہاتھ مین نہ دے دین گے۔ حضرت عثمان نے بے عذر اقرار کرلیا۔ اس کے بعد اُنھون نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اُن سے بھی یہی اقرار کرانا چاہا۔ مگر جب اُن کے سامنے حضرت عمر والی شرط پیش کی گئی کہ مسلمانون کی قسمت بنی ہاشم مین سے کسی کے ہاتھ مین نہ دے دین گے۔ تو اُنھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا "جب آپ نے خلافت کا بار میری گردن پر رکھ دیا تو پھر آپ کو اس سے کیا غرض؟ مین جو مصلحت دیکھون گا کرون گا۔ اور جس مین قوت و امانت پاؤن گا عام اس سے کہ ہاشمی ہو یا کوئی اور اُسے حاکم مقرر کرون گا۔" عبدالرحمٰن نے اس شرط پر اصرار کیا اور حضرت علیؓ نے قطعاً انکار کیا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے پھر حضرت عثمان کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا اور آسمان کیطرف سر اُٹھا کر کہا "خداوندا سُن۔ بارالہا۔ اس بارہٗ خاص مین جو امر میرے ذمے تھا اُس کو مین نے عثمان کے ذمے کردیا۔" اور یہ کہتے ہی اُن کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اس موقع پر جو تقریر کی اُس کا آغاز اس سے تھا کہ "مین دیکھتا ہون لوگ عثمان کے سوا کسی کو پسند نہین کرتے۔" اور ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سلسلۂ تقریر مین اُنھون نے حضرت علی سے کہا "یا علی مین نے لوگون کے خیالات کا پتہ لگایا اور کسی کو بھی عثمان کے خلاف نہ پایا۔ لہذا آپ خلافت کی امید کو اپنے دل سے نکال ڈالیے۔"

حضرت علی نے اپنی امید کے خلاف جب دیکھا کہ خلافت میرے ہاتھ سے نکل گئی اور عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو فرمایا "یہ پہلا ہی دن نہین ہے کہ اس بارے مین آپ لوگون نے ہم پر زیادتی کی ہو۔ لہذا صبر ہی بہتر ہے۔ خدا کی قسم آپ نے عثمان کو اس لیے حاکم بنایا کہ اُن کے بعد خلافت آپ لوگون کو ملے۔" اس لیے کہ اُن کی وفات کی سب سے پہلے امید تھی۔ یہ سُن کر عبدالرحمٰن نے کہا "علی۔ اپنے خلاف حجت نہ پیدا کرو۔ ایسی باتین نہ کہو جن کی بازپُرس کی جا سکے۔" اُن کے یہ الفاظ سُن کر حضرت علی وہان سے اُٹھ کر چلے آئے اور فرمایا "جو قسمت مین لکھ گیا ہے ضرور پورا ہوگا۔"

کہتے ہیں کہ اس صحبت کے بعد مقداد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا "آپ نے علی کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ خدا کی قسم اُن لوگوں میں ہیں جو فیصلۂ حق کرتے ہیں اور عادل ہیں" عبدالرحمٰن نے جواب دیا "مقداد میں نے مسلمانوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے میں خدا کی قسم بڑی مشقت کی ہے" یعنی عام لوگوں کی رائے دریافت کرنے اور اس بات کا پتہ لگانے میں کہ کثرت رائے کس طرف ہے۔ یہ سُن کر مقداد مطمئن ہو گئے اور کہا "اگر آپ نے یہ کام خالصتہً للہ کیا ہے تو بارگاہ الٰہی سے آپ کو اس کا اجر ملے گا" مگر باوجود اس کے مقداد کی ذاتی رائے یہی تھی کہ حضرت علی کو منتخب ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُن کی زبان سے نکل گیا "حضرت رسول اکرم کی وفات کے بعد غیبی مصیبت اس خاندان پر پڑی ویسی مصیبت میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔ مجھے قریش سے تعجب ہے کہ اُنھوں نے اُس شخص کو چھوڑ دیا جس سے زیادہ منصف میں کسی کو نہیں پاتا۔ کاش مجھے مددومعاون ملتے" اُن کا یہ جملہ سُن کر عبدالرحمٰن نے کہا "مقداد خدا سے ڈرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری ذات سے فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو"

کسی نے مقداد سے پوچھا اس خاندان اور اس شخص سے آپ کس خاندان اور کس شخص کو مراد لیتے ہیں؟ جواب دیا "خاندان عبدالمطلب اور علی بن ابی طالب کو" مقداد کا یہ قول حضرت علی کے گوش گذار ہوا تو فرمایا "لوگوں کی نظر قریش پر ہے۔ اور قریش کی نظر باہم ایک دوسرے پر۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر بنی ہاشم حاکم ہو گئے تو پھر ہمیشہ وہی حاکم رہیں گے۔ اور کسی غیر کو خلافت نہ ملے گی۔ لہذا چاہتے ہیں کہ اُسے آپس میں گردش دیتے رہیں"

اِن تمام واقعات سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے دو سبب ہوئے۔ اول یہ کہ بجز چند مخصوص لوگوں یا بنی ہاشم کے تمام مہاجرین وانصار کی عام رائے اُن کے موافق تھی۔ اور دوسرے یہ کہ حضرت علی نے عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے حضرت عمرؓ کی اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کیا کہ بنی ہاشم کو حکومت میں زیادہ اقتدارات نہ دیں گے۔ حضرت علی کے طرفداروں کو یہ امر ناگوار گزرا۔ لیکن اس سے انکار نہیں

کیا جا سکتا کہ حضرت عثمان کے طرفداروں کی کثرت تھی۔ اور اگر اُن کا انتخاب نہ ہوتا تو ہنگامہ پیدا ہونے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ کیونکہ جو ذی اثر لوگ اُن کے موافق تھے غالباً وہ کوئی سخت ہنگامہ اُٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اہل شوریٰ نے حضرت عثمان پر اتفاق کر کے عصر کے وقت اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ مسجد نبوی کے مؤذن حضرت صہیب نے عصر کی اذان دی۔ تکبیر سے پہلے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عثمان نے برآمد ہو کر نماز پڑھائی۔ اور اہل وظائف کے سو سو درہم بڑھا دیے پھر اسی وقت حکم جاری فرمایا کہ تمام ممالک مقبوضۂ اسلام کے وفد اُن کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ کی جانشینی کے وقت وفدوں کے طلب کیے جانے کی بنیاد حضرت عثمان ہی کے وقت سے پڑی۔ یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی جس میں لوگوں کو نصیحتیں کیں! اور اس تقریر کے ختم ہوتے ہی اہل شوریٰ کے علاوہ تمام صحابہ اور دوسرے لوگ بڑھ بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اُسی روز حضرت طلحہ سفر سے واپس آ گئے۔ اُن سے تمام واقعات بیان کر کے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کی گئی۔ تو پوچھا "سارے قریش راضی ہو گئے؟" جواب ملا "ہاں" تب وہ اُٹھ کر سیدھے حضرت عثمان کے پاس گئے۔ جناب عثمان نے فرمایا "آپ کو ابھی تک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ کو میرے منتخب ہونے میں اختلاف ہے تو میں خلافت سے دست بردار ہوا جاتا ہوں" طلحہ نے پوچھا "کیا آپ واقعی دست بردار ہو جائیں گے؟" فرمایا "بے شک" اب طلحہ نے پوچھا "سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی؟" جواب دیا "ہاں" اس پر مطمئن ہو کر وہ بولے "تو پھر میں بھی راضی ہوں" اور بیعت کر لی۔

خلیفہ ہوتے ہی آپ کے سامنے پہلا یہ جھگڑا پیش ہوا کہ حضرت عمر کے صاحبزادے عبید اللہ نے اپنے والد کے قاتل ابو لولوہ اور چند اور مقیم مدینہ عجمیوں کو جو اُس کی سازش میں شریک نظر آتے تھے مجنونوں کی طرح

حملہ کرکے بلا لحاظ اس کے کہ وہ مسلمان ہین یا کافر حربی ہین یا ذمی قتل کر ڈالا حضرت سعد بن ابی وقاص نے اُنھین پکڑکے تلوار چھین لی۔ اور حضرت عثمان کے سامنے لائے حضرت علی نے فتویٰ دیا کہ اُن پر قصاص جاری کیا جائے۔ بعض صحابہ اس فتوے پر بگڑے کہ "کل عمر مارے گئے اور آج اُن کا فرزند بھی قتل کیا جائے۔" آخر کار حضرت عثمان نے اپنے پاس سے خون بہا دیکر اُن کو بچایا۔ مگر حضرت علی اپنے فتوے کی تعمیل پر مُصر تھے جس کے اندیشے سے جبید اللہ مدینے سے بھاگ کر شام مین چلے گئے حضرت معاویہ کے پاس پناہ لی۔ اور معرکۂ صفین مین حضرت علی کے مقابلے پر لڑتے ہوئے مارے گئے۔

حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ھ مین والیان ملک مین کوئی ردو بدل نہین کیا بجز حضرت سعد کے جن کو حضرت فاروق کی ہدایت کے مطابق والی کوفہ مقرر کرکے مغیرہ بن شعبہ کو اس خدمت سے ہٹا دیا تھا۔

فتوحات کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ بلکہ پہلے کی نسبت اُس کا جوش و خروش بڑھ گیا تھا۔ اسکندریہ والون نے رومیون کی سازش اور مدد سے بغاوت کی تھی۔ عمرو بن عاص ایک طوفان کیطرح پہونچے اور سب کو سیدھا کردیا۔ رومی سپہ سالار اور اُس کا بہت سا لشکر قتل ہوگیا۔ وہان کی رعایا مین سے جو لوگ خلافت کی اطاعت سے باہر نہ ہوے تھے۔ اور باغی رومیون نے اُن کو نقصان پہونچایا تھا حضرت عمرو بن عاص نے اُن کے تمام نقصانات کا بوجہ احسن معاوضہ کردیا۔

الجزیرہ مین بھی شورش ہوئی تو جناب سعد نے کوفے سے لشکر بھیجکر اُس کی اصلاح کردی۔ پھر خود جاکر ملک دیلم مین جہاد کیا اور غانم و سالم واپس آئے تھے کہ اُن مین اور عبداللہ بن مسعود مین جو کوفہ کے مہتمم خزانہ تھے ایک قرض کی بنا پر رنجش ہوگئی۔ اور حضرت عثمان نے سعد کو ایک ہی سال کے اندر معزول کرکے ولید بن عقبہ کو والی کوفہ مقرر کردیا۔ جو حضرت عمر کے زمانے سے الجزیرہ کے والی چلے آتے تھے۔

ولید نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی بڑی سرگرمی اور دینی مستعدی سے آذربائجان کی بغاوت فرو کی۔ وہان کے بہت سے شہر فتح کیے۔ اور مشرقی آرمینیہ کے بہت سے سرکش شہرون کو مطیع خلافت بنا لیا۔ اِن ہی مہمون مین مصروف تھے کہ حسب فرمان عثمانی سلیمان بن ربیعہ باہلی کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانان شام کی کمک پر روانہ کرنا پڑا جن پر رومیون نے بڑے زور شور سے حملہ کر دیا تھا۔

رومیون کی شورش کا باعث یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے حکم سے جناب معاویہ نے حبیب بن مسلمہ کو لشکر شام کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے مغربی آرمینیہ پر روانہ کیا۔ اُنھون نے شہر قالی قلا کو محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اور وہان کے کچھ لوگ جلا وطن کر دیے جو روم مین چلے گئے۔ اس پر برہم ہو کے موریان نام رومی بطریق جو سارے ملک آناطولیہ کا فرمان روا تھا اسّی ہزار لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ حبیب نے حضرت معاویہ کو اس کی خبر کی۔ اُنھون نے حضرت عثمان کو لکھا۔ اور آپ نے کوفے سے مدد بھجوائی۔ چنانچہ اسی حکم کے بموجب سلمان لشکر عراق کے ساتھ جا پہونچے۔

اُن کے پہونچنے پر حبیب کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور ایک رات کو چلے کہ موریان کے لشکر پر شب خون ماریں۔ لباس جنگ سے آراستہ ہوتے دیکھ کر اُن کی بیوی اُم عبداللہ نے پوچھا "کہان؟" کہا "جاتا ہون موریان کے حرم مین گھس پڑون گا!" یہ کہہ کے گئے اور زور شور سے حملہ کر کے دشمنون کو مارتے گراتے موریان کی حرم سرا تک جا پہونچے۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دیکھا غیور و حوصلہ مند بیوی سامنے کھڑی ہین۔ سمجھ گئے کہ یہ نہین چاہتین میری نظر ان کے سوا کسی غیر حرم سرا کی عورتون پر پڑے۔

اسی شب خون مین رومیون کو بھگانے کے بعد حبیب ایک طرف چلے اور سلمان دوسری طرف۔ دونون نے بہت سے شہرون کو فتح کیا۔ بہت سے سرکشون کو مطیع بنایا۔ اور بہت سے فرمان رواؤن کو تابع فرمان کر لیا۔ ان کے فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ مگر افسوس کہ اُس کے بیان کرنے

کے لیے ہمارے پاس دقت نہین۔

اُدھر خود حضرت معاویہ نے روم پر حملہ کردیا۔ اُن کی آمد سنتے ہی رومی اپنے تمام شہرون کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت معاویہ نے اُن شہرون کو بہت آسانی سے اپنے قبضے مین کیا۔ شام اور الجزیرہ کے مسلمانون کو لے جا کر اُن تمام شہرون مین بسایا۔ اور رومی قلعے منہدم کرا دیے۔

اِن واقعات مین عہد عثمانی کے دو ابتدائی سال ۲۴ و ۲۵ھ ختم ہو گئے اور ۲۶ھ شروع ہوا۔ ۲۶ھ مین حضرت عثمان کے حکم سے اُن کے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح دس ہزار فوج لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوے تھے۔ اور حضرت عثمان نے وعدہ کیا کہ اگر تم فتحیاب ہوے تو غنیمت کا پانچوان حصہ جو خلافت کا حق ہے تم کو انعام مین دیا جائے گا۔ اُنھون نے شمالی افریقہ کے بہت سے شہر فتح کیے۔ بہت جگہ جوہر شجاعت دکھایا۔ آخر مین جب دشمنون کی کثرت اور یورش دیکھی تو اُن سے صلح کر کے واپس چلے آئے۔ اور حضرت عثمان سے درخواست کی کہ اُس سرزمین پر زبردست لشکر کے ساتھ دوبارہ حملہ کرنے کی اجازت ہو۔ حضرت عثمان نے ابن ابی سرح سے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کرنے کے علاوہ اُنھین کو والی مصر بھی مقرر فرمایا۔ اور عمرو بن عاص کو معزول کیا جس سے وہ ناراض ہو گئے۔ اور آخر تک ناراض بلکہ حضرت ذی النورین سے اختلاف کرتے رہے۔ والی مصر مقرر ہونے کے بعد ابن ابی سرح صحابہ کا ایک زبردست لشکر ہمراہ لے کر پھر مغرب کی طرف چلے۔ طرابلس الغرب مین رومیون کو سخت شکست دی۔ پھر آگے بڑھے۔ اور متفرق لشکر بھیج بھیج کر اطراف و جوانب کے بہت سے شہرون پر قبضہ کر لیا۔

اُن دنون الجزائر سے مراکش تک اُس سرزمین کا فرمان روا گریگوری نامی ایک رومی سردار تھا جسے مؤرخین عرب جرجیر کہتے ہین۔ اُس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر کے مقابلہ کیا۔ مگر پہلے ہی لڑائی مین شکست کھائی۔ اور قلعہ بند ہو کے لڑنے لگا۔ اب اُس نے اشتہار دیدیا کہ "جو کوئی مسلمانون کے سردار کا سر کاٹ لائے گا اُسے ایک لاکھ دینار انعام ملین گے۔ اور بیٹی بھی

بیٹی اُس کے نکاح مین دے دون گا"

اس اشتہار کے اندیشے سے عبداللہ بن ابی سرح اپنے خیمے سے نہ نکلتے۔ اور لڑائی ختم ہونے کو نہ آتی۔ یہ حال مدینے مین معلوم ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر چند رفیقون کے ساتھ ان کی کمک پر روانہ ہوے۔ زمین کی طنابین کھینچتے ہوئے افریقہ مین جا پہونچے۔ جاتے ہی یہ اعلان کر کے کہ "جو جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اُسے اُس کی بیٹی اور ایک لاکھ دینار انعام مین ملین گے۔ اور وہی حاکم طرابلس بھی بنایا جائے گا" جرجیر کے اشتہار کو اُسی پر الٹ دیا۔ انجام یہ ہوا کہ جرجیر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور افریقہ کی رومی شاہزادی اُن کے حرم مین داخل ہوئی۔

اس واقعے کے بعد سارا افریقہ ابن ابی سرح کے قبضے مین تھا۔ اس مہم کا مال غنیمت مدینے مین پہونچا تو اُس کو مروان بن حکم نے پانچ لاکھ درہم پر یکمشت مول لے لیا۔ اور پھر حضرت عثمان نے وہ قیمت کی رقم بھی اسی کو عنایت فرما دی۔ غرض پہلی فتح افریقہ کا خمس غنیمت عبداللہ بن ابی سرح کو ملا۔ اور دوسری فتح کا خمس مروان کو جس پر اکثر لوگ معترض ہو گئے۔ اس مہم کے ختم ہونے پر حضرت عثمان نے عبداللہ بن نافع کو والی افریقہ مقرر فرما دیا۔

حضرت عثمان کے عہد کا یہ واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کی تحریک پر آپ نے دریا کے راستے سے بحری جہاد کی اجازت دے دی۔ حضرت فاروق اعظم مسلمانون کے لیے سمندر کے خطرے برداشت کرنے کے سخت مخالف تھے۔ اور بحری جہاد کی کسی طرح اجازت نہ دیتے تھے۔ اب اجازت ہوتے ہی شام سے پہلی بحری مہم روانہ ہوئی جس نے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر قبضہ کر لیا۔ اسلام کے اس پہلے جنگی بیڑے کے امیر البحر عبداللہ بن قیس حاسبی تھے۔ اور ابو ذر غفاری۔ عبادہ بن صامت۔ اُن کی محترم بیوی اُم حرام۔ ابو درداء۔ اور شداد بن اوس کے ایسے معظم و محترم صحبت یافتگان رسالت صلعم اُس کے نامور مجاہد تھے

اور عبداللہ بن ابی سرح بھی اپنا مصری بیڑہ لیکر شامی بیڑے سے آملے تھے
خاتون محترم اُم الحرام نے خاک قبرس پر اپنے خچر سے گر کر جان دیدی۔ اور
حضرت رسالت صلعم نے اُن سے جو پیشین گوئی فرمائی تھی، "کہ اسلام کا جو
پہلا بحری لشکر جہاد کرے گا۔ اس میں تم بھی ہو گی" پوری ہو گئی۔

پہلے نامور امیر البحر خلافت عبداللہ بن قیس نے بڑی خوش تدبیری اور
شجاعت کے ساتھ پچاس سے زیادہ بحری معرکے سر کیے۔ اور پھر اپنی تمنا کے
مطابق شہید ہوئے۔

اب حضرت عثمان نے کئی سال غور و خوض فرمانے کے بعد والیان ملک
میں بہت کچھ تغیر اور رد و بدل فرمایا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کو اہل بصرہ کی
درخواست پر وہان کی حکومت سے معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔
عامر بن عثمان بن سعد کو خراسان کی حکومت پر بھیجا۔ جنھون نے نئے جوش
کے ساتھ خراسان کے مشرق و شمال میں جہاد شروع کیا تو فرغانہ تک بڑھتے
چلے گئے۔ اور اُس علاقے کا کوئی مقام نہین باقی تھا جس نے اطاعت اسلام
نہ قبول کر لی ہو۔

عبداللہ بن عمر لیثی کو آپ نے حکومت سیستان پر مقرر کیا۔ اُنھون
نے سرکش رعایا کی سرکوبی شروع کی تو کابل تک فتح کر لیا۔ عبداللہ بن معمر کو ایران
مین بھیجا وہ بڑھے تو دریائے ہلمند تک جا پہونچے۔ کرمان مین حسب فرمان
خلافت عبدالرحمن بن قیس گئے۔ غرض بہت سے رد و بدل ہوے اور
ان مذکورہ حکام کا بھی مختلف مصالح سے چندروز بعد مبادلہ ہوا
یا معزول کیے گئے۔ فارس مین سخت بغاوت ہوئی تھی جو بڑی کوشش
سے فرو کر دی گئی۔

۲۹ھ مین آپ نے حج فرمایا تو منا و عرفات مین قصر کی عوض
نماز پوری رکعتون سے ادا کی۔ اس پر اکثر صحابہ کو اعتراض ہوا اور
کہتے ہین کہ حضرت عثمان سے پہلی مخالفت یہی کی گئی۔ مگر آپ فرماتے تھے
کہ مکہ اور طائف مین میرے گھر موجود ہین اس لیے مجھے قصر کی ضرورت نہین۔

حکومت کوفہ یہ حضرت سعد کی جگہ جو ولید کا تقرر ہوا تو پانچ سال تک لوگ اُن سے نہایت راضی اور خوش رہے۔ اُن کے یہان حاجب و دربان تک نہ تھے۔ ہر ادنیٰ اور اعلیٰ سے ملتے اور لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آتے۔ لیکن آخر مین عمائد کوفہ کا ایک گروہ اُن سے ناراض ہو گیا جن لوگون نے حضرت عثمان کی خدمت مین حاضر ہو کر اُن کے بدلنے کی خواہش کی۔ مگر آپ نے نہ مانا تو وہ لوگ واپس جاکر ولید کو یہ تہمت لگانے لگے کہ نو مسلم شاعر ابوزبید کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیا کرتے ہین۔ چنانچہ مخالفون مین سے ایک بزرگ سوتے مین اُن کی انگوٹھی اُتار لے گئے۔ اور اُسے بارگاہ خلافت مین پیش کر کے کہا "ہم نے اُن کی انگلی سے عالم بدمستی مین یہ انگوٹھی اُتاری اُن کو شراب پی کر قے کرتے دیکھا۔ اور دن دہاڑے اُن کی داڑھی شراب مین تر دیکھی گئی۔" نوبت یہان تک پہونچی کہ حضرت ذی النورین کے سامنے شہادتون کے ساتھ یہ واقعہ پیش کیا گیا "کہ ولید نے صبح کی نماز جامع مسجد کوفہ مین ایسی بدمستی کے عالم مین پڑھائی کہ بجائے دو کے چار رکعتین پڑھا گئے اور سلام پھیر کر مقتدیون سے کہا "کہو تو اور پڑھا دون" غرض اُن پر شراب خواری کا الزام عائد ہوا۔ حضرت علی نے حد جاری کی جن کے حکم سے عبداللہ بن جعفر طیار نے چالیس دُرّے لگائے۔ اور حضرت عثمان نے اُنھین معزول کر کے سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کر دیا۔

سعید کا ابھی عنفوان شباب تھا۔ عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنے آغوش مین پالا۔ اور ملک شام فتح ہونے پر حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ بعد ازان وہان سے بُلوا کر فرمایا "مین نے سنا تم آزمایش مین پڑے اور نیکوکار رہے۔ استقلال دکھاؤ خدا برکت دے گا"

پھر دو شریف لڑکیان اُن کے نکاح مین دیدین۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے وقت اُن کا شمار معززین قریش مین تھا۔ تربیت اور تعلیم کی برکت سے اُن مین حضرت عمر کی اُولوالعزمی و خوش تدبیری۔ اور حضرت معاویہ

کی بُردباری و بلند حوصلگی جمع ہوگئی تھی۔ کوفے کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اُنھون نے جو پہلے تقریر کی اُس مین فرمایا "مین تمھارا حاکم مقرر کیا گیا ہون۔ اور بخدا مجھے اس سے نفرت تھی۔ مگر امیرالمومنین کے حکم سے مجبور ہوگیا۔ لوگو۔ فتنہ نمودار ہوگیا اور مجھے سامنے نظر آرہا ہے۔ مین اُس سے لڑونگا۔ اس مین یا اُسے مٹا دونگا۔ اور یا خود مٹ جاؤنگا۔"

اب کوفے والون سے دغا و نفاق کی صفت زیادہ نمودار ہونے لگی تھی چنانچہ سعید بن عاص نے اس کو اپنی پہلی ہی تقریر مین ظاہر کر دیا۔ اور تحقیق و تفتیش کے بعد حضرت عثمان کو اطلاع کی کہ "کوفے مین بدنظمی پیدا ہوگئی۔ اس لیے کہ جو شرفا اور معزز گھرانون کے عرب یہان آکر آباد ہوئے ہین اُن کا زور گھٹ گیا۔ وہ نہ کسی کو خطرے مین لاتے ہین اور نہ کسی کی پروا کرتے ہین۔" حضرت عثمان نہایت ہی نرم دل اور شفیق و مہربان بزرگ تھے۔ سعید کو جواب بھیجا حکم فرمایا کہ "تم ہر شخص کا حفظ مراتب کرو۔ کسی کو اُس کے حق سے محروم نہ کرو۔ بعد کے آنے والے شرفاے عرب کا طرز عمل بھی اگر وہی ہو جو اگلے فاتحان عجم کا ہے تو اُن کو بھی وہی حقوق دو جو پہلون کو حاصل ہین۔ یہی طریقہ عدل کو قائم رکھے گا۔"

اس موقع پر مختصراً بیان کر دینے کی ضرورت ہے کہ کوفے۔ بصرے اور عراقون کی دیگر نوآبادیون مین ارض عرب کے وہ معزز اور نامور خاندان آباد ہو گئے تھے جنھون نے ایران اور تمام شمالی و مشرقی ممالک کو فتح کرکے زیر نگین اسلام بنایا تھا۔ اُن کے فتح کیے ہوے تمام ملکون کی مالگذاری و خراج مین سے پانچوان حصہ حق بیت المال قرار دے کر باقی چار حصے وظائف کے طور پر اُنھین لوگون مین اُن کے سابقہ حقوق کے لحاظ سے تقسیم کر دیے جاتے۔ اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُن کی دولتمندی کس قدر بڑھ گئی تھی۔ ایک خمس حصہ نکال کر مشرقی و شمالی ساری قلمرو خلافت کی کل مالگذاری اُنھین کو ملتی تھی۔ اور اس دولتمندی کا یہ انجام بھی بہت جلد ظاہر ہوگیا کہ اُن لوگون مین اب فقط اپنے اگلے کارنامون کا فخر و ناز اور محض غرور باقی رہ گیا تھا۔ اور تمام ذاتی صفات فنا ہوتے جاتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم نے اُن کی نخوت کو اعتدال پر رکھنے اور بہت سے اور قومی و دینی مصالح سے تاکیدی حکم جاری فرما دیا تھا کہ یہ لوگ عراق وعجم کی زمینداریان اور جائدادین نہ حاصل کرنے پائین اور اگر ان مین سے کوئی ان کی کسی جائداد کو مول بھی لے تو وہ بیع مسترد کرا دی جائے۔ اس لیے کہ حکم خلافت کے خلاف ہے۔ حضرت عثمان نے مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوتے ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور عراق کے معززین عرب خصوصًا قریش لوگ جن کے پاس دولت کے رکھنے کے لیے جگہ نہ رہی تھی بے تکلف ریاستین خرید خرید کے رئیس اعظم اور مرزبان عجم بننے لگے۔ چنانچہ وہ علاقہ جو تاجداران آل ساسان کے صرف خاص تھا امرائے قریش کی ریاست بن گیا۔ اور اب بجائے عربی سپاہی ہونے کے وہ عالیمرتبہ اور عیش پرست امرائے نامدار بن گئے۔ اس کے ساتھ عربی آزادی سب کی رگ و پے مین سرایت کیے ہوے تھی۔ جو کسی کے آگے سر جھکانے نہ دیتی!!

چنانچہ اب اُن لوگون کی یہ حالت تھی کہ نہ اپنے والیون کی پروا کرتے۔ نہ کبھی اور کو خطرے مین لاتے۔ اور خلافت کے احکام سے بھی سرتابیان کرتے تھے۔ اسی سبب سے اُن مین باہم پھوٹ پڑ گئی۔ مخالفتین ہوتین اور اُن کی خواہش ہوتی کہ حکومت کو اپنے خیالات کے تابع کر لین۔ یہی حالت دیکھ کر سعید نے حضرت امامت پناہ کو یہ حالات لکھے۔ مگر حضرت عثمان کی نیک نفسی نے اس کو معمولی بات تصور فرمایا۔

سعید کوفے کے شریفون سے برابری کا برتاؤ کرتے۔ اور اپنے گھر کی صحبت مین اُن لوگون کو اخوان الریاست کی حیثیت سے شریک ہونے کا موقع دیتے۔ مالک اشتر وغیرہ جو سابق والی ولید کے خاص رفیقون مین تھے اب وہ سعید کے دوست بنے۔ اور سعید نے یہ کارروائی کی کہ حضرت عثمان کے منشا کے مطابق جنگ قادسیہ کے نامورون کو جمع کر کے اُن سے کہا "آپ لوگ یہان کے سردار اور واقف کار ہین۔ لہذا لوگون کی حاجتین ہم پہ ظاہر کر دیا کیجیے" جو خاندانی

ان لوگون کے بعد یہان آکر بسے تھے اُن مین سے جو بہادر اور سیہ گر تھے وہ بھی اسی اعلیٰ طبقۂ رعایا مین شامل کر دیے گئے۔ اور صاحب علم قاریانِ قرآن کو بھی سعید نے اسی اعلیٰ طبقے مین رکھا۔ اس کارروائی پر اُن لوگون مین چہ میگوئیان ہونے لگین جو اس معزز طبقے مین نہین شامل کیے گئے تھے۔

سعید نے یہ حالت حضرت عثمان کو لکھی تو آپ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے سعید کا خط سنایا۔ اور سب نے کہا "آپ نے جو کیا مناسب کیا"۔ ان کا یہ جواب سُن کر حضرت عثمان نے مجمع عام مین یہ تقریر کی "اے اہل مدینہ طیار ہو جاؤ۔ اور حق پر ثابت قدم رہو۔ فتنے اُٹھے اور تمھاری طرف چل کھڑے ہوئے۔ مجھ سے جہان تک بن پڑے گا خدا کی قسم تمھارے حقوق کی نگہداشت کرون گا۔ اب یہ انتظام کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ عراق مین جہاد کر کے حق حاصل کرین وہ یہان مدینے مین بیٹھ کر بھی اپنے حقوق پا سکین گے"۔

حضرت عثمان کا مقصد یہ تھا کہ بہت سے اہل کوفہ عراق کو چھوڑ کر اپنے پُرانے وطن حجاز مین چلے آئین۔ اور وہان کا فتنہ دور ہو۔ لوگون نے پوچھا "دیگر ممالک سے ہمارے حقوق کو آپ یہان کیسے منتقل فرمائین گے؟" فرمایا "حجاز والون مین سے جس کا جی چاہے اپنے حق کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر ڈالے"۔ اس پر لوگ خوش ہوئے اور مختلف قبائل کے لوگون نے بہت سے حقوق مول لے لیے۔ مگر باوجود اس کے جو لوگ کوفے مین متوطن ہو گئے تھے اُن مین سے شاذونادر ہی کسی نے حجاز کا رخ کیا۔

یہ اندرونی انتظامات کر کے سعید جہاد مین مصروف ہوئے طبرستان کا حاکم باغی ہو گیا تھا۔ اور زبردست لشکر جمع کر کے مقابلے کو طیار تھا۔ سعید نے ۳۰ھ مین ادھر کا رخ کیا تو اُن کے علم اسلام کے نیچے حضرات حسن بن علی۔ حسین بن علی۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ حذیفہ بن الیمان اور عبداللہ بن زبیر کے ایسے واجب الاحترام بزرگان امت اور ان کے علاوہ اور بہت سے جلیل القدر صحابہ تھے

رسالت صلعم موجود تھے۔ اس فوج ظفر موج نے جُرجان کو فتح کیا۔ پھر طمیسہ کا سخت معرکہ سر کیا۔ بعد ازان کوہ قاف کے شہرون پر قبضہ کیا اور معرکہ آرائیان کرکے واپس آئی۔

اسی سفر مین حضرت حذیفہ کو نظر آیا کہ قرأت قرآن مین اختلاف پڑا جاتا ہے چنانچہ سعید سے کہا کہ "حمص۔ دمشق بصرے اور کوفے سب جگہون کی قرأت جدا ہو گئی ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی صحت کا دعویٰ ہے۔ کوفے والے کہتے ہین کہ ہم نے قرآن کو عبداللہ بن مسعود سے سیکھا ہے۔ بصرے والے اپنی قرأت کو ابو موسیٰ اشعری کیطرف منسوب کرتے ہین۔ یہی حال اور شہرون کا ہے اور اگر ابھی سے خبر نہ لی گئی تو بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی" سعید نے اکابر امت سے مشورہ لیا تو اکثر صحابہ اور تابعین نے حذیفہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر کوفے والے پیروان ابن مسعود کہنے لگے "ہماری قرأت مین آپ کو تامل کیا ہے؟" اختلاف قرأت سے یہان طرز ادا اور لہجہ ہی نہین مراد ہے بلکہ لفظون مین بھی اختلاف پڑ گیا تھا۔ اور جس طرح معمولی روایتون مین معمول ہے کہ لوگ اُن کو اپنی زبان اور اپنے محاورون کے مطابق بیان کرنے لگتے ہین اور اصلی الفاظ نہین محفوظ رہتے۔ یہی حال قرآن مجید کا بھی ہو گیا تھا۔ اور اس کا باعث یہ تھا کہ مسلمان ساری دنیا مین پھیل گئے۔ مگر قرآن کا کوئی مکمل مستند نسخہ کہین موجود نہ تھا۔ جو صحت الفاظ کا محافظ اور عام قاریون کا مرجع ہو۔

کوفے والون کے دعوے پر حذیفہ نے بگڑ کر کہا "تم جاہل لوگ ہو۔ اور نہین سمجھ سکتے کہ کیا غلطیان کر رہے ہو۔ بس چپ رہو۔ مین امیرالمومنین کی خدمت مین جا کر عرض کرونگا کہ مسلمانون کو اس غلطی سے بچائیے"

اُن کے اس قول پر اہل کوفہ اور زیادہ بگڑے۔ اس لیے کہ سرکشی اور اختلاف کے جذبات اُن کے سرشت مین داخل تھے۔ مگر تعجب کی یہ بات ہے کہ کہتے ہین ابن مسعود کو بھی حذیفہ کے کہنے کا ملال ہوا۔

آخر حضرت حذیفہ نے مدینے مین آکر اسلام کی یہ مصیبت حضرت عثمان کے سامنے بیان کی۔ آپ نے صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ اور

سب کی راے قرار پائی کہ اس بارے مین غفلت نہ ہونی چاہیے۔ الغرض حضرت عثمان آمادہ ہو گئے کہ قرآن مجید کا ایک صحیح نسخہ مکمل کر کے مسلمانون کے ہاتھ مین دیدین۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد مبارک مین قرآن کا جو نسخہ حضرت زید بن ثابت نے طیار کیا تھا وہ جناب ام المومنین حفصہ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اس کو منگوا کر صاحب علم و بصیرت صحابہ اور مستند قاریون یعنی حضرت زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن زبیر۔ سعید بن عاص۔ اور عبد الرحمن بن حرث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کی مختلف نقلین کرین ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر آپ مین باہم کسی آیت کے الفاظ مین اختلاف پڑے تو محاورہ قریش کو معیار صحت قرار دیجیے۔ اس لیے کہ قرآن مجید قریش کی زبان مین اُترا ہے"

اس طریقے سے کئی نقلین طیار ہو گئین تو آپ نے اُس اصل نسخے کو حضرت حفصہ کے پاس واپس بھیجدیا۔ اور اُن نقل شدہ نسخون کو شام و عراق و مصر مین بھیجکر ہدایت فرمائی کہ مسلمان اسی نسخے کو اختیار کرین اور اس کے خلاف تلاوت نہ کی جائے۔ چند زائد اوراق برآمد ہوے تھے تحقیق سے اُن کی کچھ اصلیت نہ ثابت ہوئی تو حضرت عثمان نے اُن کو جلوا دیا۔

آپ کی اس خدمت دین کو سب نے پسند کیا۔ جب کوفے مین یہ نسخہ پہونچا تو صحبت یافتگان رسالت تو بہت مسرور و محظوظ اور مطمئن ہو گئے۔ مگر عبد اللہ بن مسعود کے شاگردان کوفہ نے اس کے قبول کرنے مین تامل کیا۔ خود حضرت ابن مسعود نے اپنے پیرون کا یہ رنگ دیکھا تو اُنھین اختلاف سے روکا۔ اور فرمایا "حضرت عثمان نے بڑا اہم کام انجام دیا ہے۔ میرے سپرد ہوتا تو مین بھی وہی کرتا جو اُنھون نے کیا"

اب مسلمانون کی بدقسمتی سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ساری دنیاے اسلام کو ہلا دیا۔ حضور سرور عالم نے سلاطین ارض سے مراسلت کرنے اور دنیا کے مسخر و زیر نگین نبوت بنانے کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی

بنوا کر زیب انگشت فرمائی تھی۔ جو آپ کی مُہر سمجھی جاتی ہے اور تمام مراسلتوں۔ فرمانوں اور معاہدوں پر ثبت کی جاتی۔ آپ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ اسی مُہر سے مہر خلافت کا کام لیتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہی انگوٹھی یہ کام دیتی رہی۔ اور حضرت عثمانؓ بھی اس وقت تک اُسی مُہر سے مہر خلافت کا کام لیتے رہے تھے۔

اس زمانے میں مدینے سے دو میل باہر اریس نام ایک بستی تھی۔ وہاں حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے ایک کنواں بنوایا تھا۔ اس کی جگت پر بیٹھ کر اتفاقاً آپ نے وہ انگوٹھی انگلی سے اُتاری اور اُس کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں جا رہی۔ لوگوں نے کنوئیں میں اُتر کے ہزار ڈھونڈھا پتہ نہ لگا۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس انگوٹھی کو لائے گا اُسے بہت کچھ انعام ملے گا۔ پھر ویسی ہی ایک انگوٹھی بنوا کر جس پر وہی الفاظ کندہ تھے پہن لی۔ یہ انگوٹھی اُس وقت تک آپ کی انگشت مبارک میں رہی جب تک شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد دیکھا تو غائب تھی۔ اور پتہ نہ لگا کہ کیا ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ اُس انگشتری رسالت کے ضائع ہوتے ہی خدا نے خلافت اسلامیہ سے اپنی برکتیں اُٹھا لیں۔ اور فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔

اسی زمانے میں حضرت ابوذر غفاریؓ کا جھگڑا پیش آیا۔ ابوذرؓ کا شمار اگرچہ متقی ترین صحابہ میں کیا جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ اپنے مسلک کے لحاظ سے انھیں تین سو برس بعد ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ اُن کی شان کے زہاد و اتقیا کثرت سے پیدا ہو گئے تھے اور مقتدایان امت و مرجع عام بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوذرؓ آیۂ کریمہ۔ اَلَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ کا یہ مطلب سمجھے ہوئے تھے کہ سونا چاندی جمع کر کے رکھنا حرام ہے۔ جتنا ہاتھ آئے روز کا روز خدا کی راہ میں صرف کر ڈالنا چاہیے۔ اگر اس آیت کے یہی معنی لیے جائیں تو زکوٰۃ کوئی چیز نہیں باقی رہتی۔ خود یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ جو لوگ

سونا چاندی جمع کرتے اور خدا کی راہ مین نہین دیتے یعنی زکوۃ نہین ادا کرتے
مگر وہ اس مطلب کو نہ سمجھے۔ اور جو مسلمان دولت جمع کرتا اُس کے سر ہو جاتے اور
لڑنے لگتے۔ تمام صحابہ سے اُن سے مخالفت ہو گئی۔ ملک شام مین اُن کا قیام تھا
اور جناب معاویہ سے کسی طرح نہ بنتی تھی۔

اس پر طرہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن سبا ملقب بہ ابن سودا جس کا مفصل
حال ہم اسی خطبے مین بعد بیان کرین گے۔ اس نے اُن سے مل کے کہہ دیا کہ "معاویہ
مال و دولت کو خدا کی ملکیت بتاتے ہین اور اس مین اُن کا مطلب یہ ہے کہ کسی
چیز کو مسلمانون کی ملکیت نہ تسلیم کرین اور جس چیز کو چاہین اُن سے چھین لین"
وہ سیدھے آدمی اُس کے فقرے مین آ گئے۔ فوراً معاویہ کے پاس پہونچے اور پوچھا
"آپ مسلمانون کے مال کو خدا کا مال کیون بتاتے ہین؟" اُنھون نے کہا "اس لیے
کہ ہم سب خدا کے پیدا کیے ہوئے بندے ہین لہذا ہمارا مال بھی خدا کا ہے" ابوذر نے کہا
"تو آپ یہ نہ کہا کرین" انھون نے جواب دیا "اچھا مین اُسے مسلمانون ہی کا مال
کہا کرون گا" اُس کے بعد بھی روز آمدنی ملک کے روز روز خرچ کر ڈالنے مین
کسی طرح معاویہ سے نہ بنتی تھی۔

آخر جناب معاویہ نے تنگ آ کر حضرت عثمان کو لکھا کہ "ابوذر نے میرا
ناک مین دم کر دیا ہے۔ اور اُن کی وجہ سے یہان کے فقیرون نے سخت شورش
مچا رکھی ہے" آپ نے لکھا "انھین میرے پاس بھیج دو" چنانچہ جناب معاویہ نے
انھین روانہ کر دیا۔ ابوذر مدینے مین پہونچے تو حضرت عثمان نے پوچھا "لوگ
آپ کے کیون شاکی ہو رہے ہین؟" انھون نے اپنا مسلک اور سارے واقعات
بیان کر دیے۔ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا "ہمارا فقط اتنا کام ہے کہ فصل خصومات
کرین اور لوگون کو کفایت شعاری کی تعلیم دین۔ ہمارا یہ کام نہین ہے کہ سب کو
ترک دنیا اور زہد پر مجبور کرین" ابوذر نے اپنے عقیدے پر پھر اصرار
کیا تو کعب احبار جو اس صحبت مین موجود تھے بولے "جس کسی نے زکوۃ ادا
کر دی وہ اپنے ذمے کے حقوق سے سبکدوش ہو گیا" اس پر ابوذر سخت برافروختہ
ہوے۔ اور اس قدر سے کعب کو مار بیٹھے کہ وہ زخمی ہو گئے۔ اور انھین گالیان

بھی دین۔ حضرت عثمان نے قصاص کا حکم فرمایا۔ مگر کعب نے معاف کر دیا۔
اب ابو ذر کو مدینے مین رہنا دشوار تھا۔ اس لیے کہ اُن سے ہر شخص سے مخالفت تھی۔ مجبوراً خود ہی حضرت عثمان سے اجازت لے کے مدینے سے دور ربذہ نام ایک سنسان بستی مین جا کے سکونت اختیار کر لی اور وہین ۳۲ھ مین زندگی ختم کر دی۔

بعض لوگون نے ابو ذر کے واقعے کو بہت رنگ کر بیان کیا ہے۔ اور حضرت معاویہ اور جناب عثمان کے ذمے الزام عائد کرنا چاہے ہین مگر وہ کوئی ایسی بات نہین پیش کر سکے جس سے صحیح معنون مین حضرت عثمان پر الزام آ سکتا ہو۔ حضرت ابو ذر نے اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا تھا جو نہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور نہ دنیا مین بجز چند فقرا اور زہاد کے کسی متمدن قوم کا عام مذہب بن سکتا ہے۔

اسی اثنا مین حضرت معاویہ سارے شام و فلسطین کے والی و فرمانروا بن گئے۔ ملک شام ان دنون تین وسیع صوبون پر حاوی تھا۔ شمال مین حمص و قنسرین کا صوبہ تھا۔ وسط مین دمشق و اُردُن کا صوبہ۔ اور جنوب مین فلسطین کا صوبہ جس سے مراد بنی اسرائیل کی ارض موعود تھی اور رومیون کے قبضے سے پہلے ارض یہودا کہلاتی تھی۔

ان صوبون مین سے وسط کے صوبے دمشق و اُردن کی حکومت شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت عمر نے اُس کے فاتح یزید بن ابی سفیان کے ہاتھ مین دیدی تھی جو حضرت معاویہ کے بڑے بھائی تھے۔ طاعون عمواس مین اُن کا انتقال ہوا تو اُن کی جگہ آپ نے اُن کے چھوٹے بھائی معاویہ کو مقرر فرما دیا۔ شمالی صوبے یعنی حمص و قنسرین کے حاکم فتح ہونے کے وقت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مقرر ہوئے تھے۔ وہ اپنی وفات کے وقت عیاض بن غنم یا معاذ بن جبل کی جانشینی کی وصیت کر گئے تھے۔ چنانچہ پہلے معاذ۔ پھر عیاض والی مقرر ہوئے۔ عیاض نے بھی سفر آخرت کیا تو حضرت فاروق اعظم نے سعید بن خدیج جمحی کو

اور اُن کی وفات پر حضرت عمیر بن سعد انصاری کو والی مقرر فرمایا۔ عمیر نے حضرت عثمان کے عہد میں اس بنا پر استعفا دیا کہ حمص کی آب و ہوا اُن کے موافق نہ تھی اور ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ حضرت عثمان نے اُن کا استعفا قبول فرما کر یہ صوبہ بھی جناب معاویہ کے زیر حکومت کر دیا۔ اس کے چند ہی روز بعد والی فلسطین عبدالرحمن بن علقمہ نے وفات پائی۔ تو حضرت ذی النورین نے اس صوبے کو بھی جناب معاویہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور یوں سارا شام و فلسطین حضرت معاویہ کے زیر فرمان ہو گیا۔

یہ بہت وسیع قلمرو تھی جو خشکی اور بحری دونوں راستوں سے رومیوں کے حملوں کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ مگر حضرت معاویہ نے اس مملکت کو جس خوبی سے سنبھالا وہ اُنھیں کا کام تھا۔ عراق کی طرح یہاں اطمینان نہ تھا۔ اس لیے کہ وہاں سلطنت ساسانی کے آخری تاجدار میں اپنی جان بچانے کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ لہذا اس جانب کسی زبردست حریف کے حملے کا مطلق اندیشہ نہ تھا۔ غیر مسلم رعایا کبھی بگڑتی۔ اور معمولی کوشش سے دم بھر میں سیدھی کر دی جاتی

ملک شام کی اندیشہ ناک حالت کا ایک نمونہ اسی زمانے میں یہ نظر آیا کہ قیصر روم قسطنطین نے دریا کے راستے سے سواحل شام پر بڑا زبردست حملہ کر دیا۔ چھ سو جہازوں کا بیڑہ لے کر خود آ پہونچا۔ اور حضرت معاویہ کو نہایت ہی اندیشہ ناک بحری لڑائی لڑنا پڑی جس میں عبداللہ بن ابی سرح کے زیر علم اسلام کا مصری بیڑا بھی شریک حال تھا۔

اس لڑائی کے آخری مقابلے میں جو مقام ذات السواری میں ہوا رومی کئی کئی جہازوں کو ایک میں باندھ کر حملہ آور ہوے۔ دونوں طرف کے جہاز صداے رعد کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ اور دونوں طرف کے جانباز ایک دوسرے کے جہازوں میں کود کود کر تلواروں اور خنجروں سے لڑنے لگے۔ دونوں طرف کی ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی اور آخر میں حضرت معاویہ کو فتح ہوئی۔ قسطنطین زخمی ہو کر بھاگا۔ جزیرہ صقلیہ میں پناہ لی اور پناہ دینے والوں ہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ غرض اس بحری معرکے میں بجز چند نفوس کے سارے رومی یا مارے گئے یا غرق ہوئے۔

مصر مین حضرت عثمان کی مخالفت کا آغاز بھی اسی لڑائی سے ہوا۔ اس لیے کہ محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے جو مصر مین مقیم تھے۔ اور اس بحری مہم مین اُن کو شریک ہونا پڑا تھا۔ کہنا شروع کیا کہ "عثمان نے ابوبکر و عمر کا طرز عمل چھوڑ دیا" جس سے بظاہر اُن کی یہ مراد تھی کہ شیخین کے عہد مین کبھی بحری لڑائی نہین ہوئی۔ اور حضرت عمر اس کے سخت مخالف تھے۔

اس کے علاوہ ان دونون شخصون کے اور اعتراضات بھی تھے۔ ایک یہ کہ "عثمان نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح کو والی اور سپہ سالار مقرر کیا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر خون حلال کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ جن لوگون کو رسول اللہ صلعم نے مدینے سے نکالا تھا۔ اُن کو پھر بُلوا لیا۔ تیسرا یہ کہ بعض ملکون کی حکومت سے اصحاب رسالت کو معزول کر کے سعید بن عاص اور ابن عامر کو مقرر کیا۔

عبداللہ بن ابی سرح نے مصر سے بحری مہم پر روانہ ہوتے وقت حضرت عثمان پر ان لوگون کے یہ اعتراضات سُنے تو اُن دونون سے کہا "مین جس جہاز پر ہون آپ اُس مین نہ آئین۔" چنانچہ وہ دونون ایک اور جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جس مین بجز قبطیون کے کوئی عربی نژاد مسلمان نہ تھا۔ پھر مقابلہ ہوا تو اُن کے جہاز نے لڑائی مین کچھ کام نہین کیا اور ہر طرح کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ لوگون نے اُن کی اس سستی اور بے جمعیتی پر اعتراض کیا تو کہنے لگے "ہم عبداللہ بن ابی سرح کے جھنڈے کے نیچے کیسے لڑ سکتے تھے جن کو عثمان نے سردار بنایا ہے؟ اور عثمان کی یہ حالت ہے کہ اُن سے بہت سی نالائق حرکتین سرزد ہو چکی ہین۔" عبداللہ بن ابی سرح نے اُن کا یہ قول سنا تو چونکہ حاکم مصر تھے انتظاماً کہلا بھیجا کہ اپنے اس قول سے باز آؤ۔ دھمکایا ڈرایا بھی مگر اُن پر مطلق اثر نہ ہوا۔ بلکہ اور لوگون کو بھی بہکانے لگے۔"

جس وقت شام مین بحری معرکہ آرائی ہو رہی تھی اُدھر مشرق مین ساسانی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ اور جو ممالک اسلام کی اطاعت قبول کرنے کے بعد بار بار بغاوت کرتے تھے اُن کی اصلاح ہوتی جاتی تھی۔

تاجدار عجم یزدجرد شہر بشہر بھاگتا ہوا مرو میں پہونچا۔ مگر وہاں جس کسی سے مدد مانگتا وہ دشمنی کرتا۔ ترکون سے مدد مانگی وہ کمک کے نام سے آئے تو مگر اُس کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ہمراہی سرداروں اور مددگاروں کی ہوسوں اور سازشوں کا انجام یہ ہوا کہ غریب نے اپنے پرائے سب کو چھوڑ کے ایک چکی والے کے یہاں پناہ لی۔ دشمن سرداروں کو پتہ لگ گیا گھر میں گھس کر ڈھونڈھ نکالا یکمان کی تانت سے پھانسی دے کر اُس کی جان لی۔ اور لاش دریا میں پھینک دی۔ ایک عیسائی پادری کو اس پر عبرت ہوئی۔ اُس کی لاش کو پانی سے نکال کر ایک تابوت میں رکھا۔ اور کہیں دفن کر دیا۔

مرو میں جس وقت دولت ساسانی نے آخری سانس لی ابن عامر تمام ممالک مشرق خراسان و سیستان مکران و کرمان اور صغد و ترکستان کو زیر و زبر کر رہے تھے اُن میں سے اکثر کئی کئی بار اطاعت کا اقرار کر کے سرکش ہو گئے تھے اور بڑے بڑے لشکر جمع کر کے لڑے۔ بلاد رستاق رام۔ باخرز۔ جوین۔ بیہق۔ بست۔ اسفرائن۔ نیشاپور۔ نسا۔ ابی ورد۔ سرخس۔ طوس۔ ہرات۔ بادغیس۔ بوشنج۔ مرو۔ شہج۔ جوزجان۔ طالقان۔ فاریاب۔ بلخ۔ خوارزم۔ سیرجان۔ جیرفت۔ زالق۔ کرکوبہ۔ رودشت۔ ناشرود۔ سرواد۔ زرنج۔ اصطبل رستم کش۔ ودان۔ اور کابل میں اُن کی اور اُن کے سپہ سالاروں کی تلواریں اپنے زور و شور سے چمکیں کہ شمال و مشرق میں دریاے جیحون تک اور جنوب و مشرق میں مکران اور ہندوستان کی سرحد تک کوئی مقام نہیں باقی تھا جہاں اللّٰہ اکبر کی صدا نہ بلند ہو گئی ہو۔ اور نہ کوئی قوت باقی تھی جو مقابلے کے لیے سر اُٹھا سکے۔ یہ تمام بلاد و ممالک حضرت عثمان ہی کے عہد میں ہمیشہ کے لیے دین اسلام کے مرکز بن گئے۔ اور امید ہے کہ قیامت تک یونہیں مستقر اسلام بنے رہیں گے۔

لوگ یہ اعتراض تو کرتے تھے کہ حضرت عثمان صحابہ کو ہٹا کر نوجوانوں کو والی اور سپہ سالار مقرر کر رہے ہیں۔ مگر یہ نہ دیکھتے تھے کہ پرانے نامور شجاعان صحابہ میں سے جو زندہ تھے وہ بوڑھے ہو کر شکست اور پست ہمت ہو گئے تھے۔ وہ آرام سے بیٹھ کر حکومت تو کرنا چاہتے تھے

مگر جنگجوئی اور فوج کشی کا حوصلہ اُن میں مطلق نہین باقی رہا تھا۔ اُن کے جو فرزند تھے وہ عیش پرست اور آرام طلب ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان کے والیون اور سپہ سالارون ابن عامر و ابن ابی سرح نے جو بہادریان دکھائین اور اپنی یادگار مین جو کارنامے چھوڑے ہین اب وہ نہ عمرو بن عاص سے ہو سکتے تھے۔ نہ سعد بن ابی وقاص یا ابو موسی اشعری یا مغیرہ بن شعبہ سے۔"

سنہ ۳۳ھ ان فتوحات مین صرف ہوا۔ تو سنہ ۳۴ھ مین حضرت معاویہ نے بنفس نفیس بحری راستے سے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا۔ پھر کوہ قاف والون کی بغاوت فرو کی گئی۔ اور اُدھر ابن خازم نے ترکستان کے زبردست باغی قارن کو قتل کیا۔ حضرت عثمان کے عہد کے فتوحات کا سلسلہ بہت بڑا ہے۔ جس کو ہم اس تھوڑے وقت مین نہین بیان کر سکتے۔ لہذا اُن فتنون کی طرف توجہ کرتے ہین جو اُسی زمانے مین پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ اور جنھون نے فتحمندانہ ترقی اسلام کی رفتار روک دی۔

سنہ ۳۲ھ مین حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے سفر آخرت کیا۔ اُن کے دنیا سے اُٹھتے ہی اسلام سے اتفاق کی دولت اور یکجہتی کی برکت بھی اُٹھ گئی۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ انہی مبارک ذاتون کی برکت سے اس وقت تک مسلمانون مین کوئی فتنہ نہین پیدا ہونے پایا تھا۔ اُن کی وفات سے پیشتر بعض لوگون نے مخالفت کی بھی تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن ان بزرگون کی آنکھین بند ہوتے ہی دنیاے اسلام مین ایسا عظیم الشان طوفان آیا جس کے نقصانات نے مسلمانون کو قیامت تک کے لیے فتنے مین ڈال دیا۔ اور افسوس کہ پہلے پہل اس کا ظہور کوفے مین ہوا۔

ہم بیان کر آئے ہین کہ حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کیا تھا۔ اور اکثر شرفاے کوفہ اُن کے دوست بنے ہوے تھے۔ جو اُن کی صحبت مین شریک ہوا کرتے۔ اُن مین زیادہ پیش پیش

مالک اشتر۔ جندب۔ ابن ذی الحنکہ۔ صعصعہ۔ ابن کواء۔ کمیل۔ اور عمیر وغیرہ تھے۔
یہ لوگ سعید کے پاس دارالامارت میں جمع ہوا کرتے۔ شعر خوانی ہوتی۔ اور ایک
اچھی ادبی صحبت جمی رہتی۔

اس صحبت میں ایک دن اتفاقاً والی سعید کی زبان سے نکل گیا "سواد عراق کا علاقہ تو قریش کا باغ ہے"۔ یعنی یہاں کی ساری زمینیں قریش کے قبضے میں ہیں یا اُن کے لیے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کی پالیسی کے خلاف حضرت عثمان نے جو مسلمانوں کو غیر ملکوں میں ریاستیں اور جائدادیں خریدنے کی اجازت دیدی اُس سے عرب لوگوں نے کس قدر جلد یہاں زمینداریاں پیدا کر لیں۔ اور پرانے ابنائے بادیہ عجم کے رئیس اور مرزبان بن گئے تھے۔ اور اس میں زیادہ حصہ قریش کا تھا۔ جس کو دوسرے قبائل کے عرب رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سعید کے مذکورۂ بالا جملے پر مالک اشتر نے بگڑ کر کہا "تو کیا یہ زمینیں آپ کے ہم قوم اہل قریش کے لیے ہیں؟"

اس پر باوجود دانشمند کے لوگ سعید سے دیر تک اُلجھتے رہے۔ تو عبدالرحمٰن اسدی نے جو شہر کا کوتوال تھا ڈانٹ کے کہا "تم لوگ امیر سے زبان لڑاتے اور درشتی کے لہجے میں گفتگو کرتے ہو!" یہ سُن کر اشتر نے کہا "بھائیو۔ اب تو اس درشتی کو نہ چھوڑنا چاہیے"۔ ساتھ ہی سب کے سب عبدالرحمٰن پر جھپٹ پڑے اور اُسے اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو جانے پر بھی اسی طرح پیٹے جاتے تھے۔ پھر ٹانگیں پکڑ کے اُسے زمین پر کھینچنے لگے۔ دیر کے بعد کوتوال کے مُنہ پر پانی چھڑکا گیا تو اُس غریب کو ہوش آیا اور کہنے لگا "افسوس مجھے اس شخص نے مارا جس کو میں ہی نے آپ کی صحبت میں پہونچایا تھا"۔ سعید نے کہا "خیر جو ہوا سو ہوا لیکن آیندہ کے لیے میرے یہاں شعر خوانی کی صحبت موقوف"۔

یہ صحبت تو اسوقت سے برہم ہو گئی۔ مگر یہ لوگ جنھوں نے کوتوال کو مارا تھا اپنے گھروں میں بیٹھ سعید اور حضرت عثمان پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور تھوڑے زمانے میں چند اور لوگ بھی ان کے ہمخیال و ہمنوا بن گئے۔ یہ دیکھ کر سعید اور دیگر شرفائے کوفہ نے ان لوگوں کا حال حضرت عثمان کو لکھا۔ اور تحریک کی کہ ان لوگوں کا یہاں سے نکال

دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے حکم فرمایا کہ اُن کو معاویہ کے پاس بھیجدو۔"
اور ساتھ ہی حضرت معاویہ کو ہدایت فرمائی "کہ چند لوگ جو کوفے مین آتش فساد بھڑکا رہے تھے تمھارے پاس آتے ہین۔ اُن کی نگرانی رکھو اُنھین فتنہ انگیزی سے روکو۔ اور تمھارا زور نہ چلے تو میرے پاس بھیجدو۔"

وہ لوگ دمشق مین پہونچے تو جناب معاویہ نے اُنھین کنیسہ مریم مین اُتارا۔ جو وظائف اُنھین کوفے مین مل رہے تھے یہان بھی جاری کر دیے۔ روزنہ صبح وشام اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلاتے اور نہایت خاطر کرتے۔ دو چار روز بعد اُن سے کہا "تم لوگ اہل عرب ہو۔ تم کو شرف اسلام حاصل ہوا۔ دنیا کے قومون پر غالب آئے۔ اور اُن کی دولت وعظمت کے وارث ہوئے۔ مگر سنتا ہون تم کو قریش سے مخالفت ہے۔ حالانکہ قریش نہ ہوتے تو تم ذلیل وخوار ہوتے۔ تمھین جو کچھ عزت ملی ہے قریش ہی کے صدقے مین ملی ہے۔ یاد رکھو کہ تمھارے امام تمھارے لیے سپر کا کام دیتے ہین۔ اس سپر سے باہر نہ ہو۔ تمھارے امام تمھارے ظلم کو برداشت کرتے اور تمھاری حرکتون سے تکلیفین اُٹھاتے ہین۔ لہذا مین تمھین خدا کا واسطہ دلاتا ہون کہ ان حرکتون سے باز آؤ۔ ورنہ خدا تمھین ایسی آزمائش مین ڈالے گا جو ناگوار ہوگی۔"

یہ تقریر سُن کر صعصعہ بولا "قریش کی طرفداری مین آپ اتنا تو کہہ گئے مگر اس کا خیال نہ کیا کہ وہ نہ اب دیگر قبائل سے تعداد مین زیادہ ہین! اور نہ جاہلیت مین ایسے بڑھے چڑھے تھے کہ آپ ہمین اُن کا خوف دلائین۔ اور یہ جو آپ نے سپر کا نام لیا تو سنیے۔ سپر جب پھٹ جاتی ہے تو انسان اس سے باہر اور آزاد ہو جاتا ہے۔" اس کا یہ جواب سُن کر حضرت معاویہ بولے "اب مجھے معلوم ہوا کہ تم لوگ بیوقوف ہو اور تم پر عقل کی مار ہے۔ تم ہی اپنے سب ساتھیون مین فصیح اور زبان آور معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمھاری عقل کا یہ حال ہے تو اورون کو کیا کہا جائے؟ مین تو اسلام کا ذکر کرتا ہون اور تم جاہلیت کا قصہ چھیڑ دیتے ہو۔ خدا اُن لوگون کو غارت کرے جنھون نے تمھارا فتنہ پیدا کیا۔ خیر اب مجھ سے عقل سیکھو۔ غالباً یہ تو

تمھارا خیال نہ ہوگا کہ جاہلیت اور اسلام دونون زمانون مین قریش کو جو عزت حاصل تھی وہ محض بیجا مرحمت الٰہی تھی۔ مین مانتا ہون کہ وہ نہ اب تعداد مین زیادہ ہین اور نہ پہلے سب سے زبردست تھے۔ مگر اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ وہ سب سے زیادہ شریف تھے۔ اور نکوکاری مین بھی بڑھے ہوے تھے۔ جاہلیت مین جب تمام قبائل عرب ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ خدا نے محض اپنی عنایت سے اُن کو اس آفت سے محفوظ رکھا۔ اس لیے کہ اُنھین اپنے حرم کے مقبول عام امن مین جگہ دی جبکہ چارون طرف لوٹ مچی ہوئی تھی۔ بھلا دنیا مین کوئی عربی ہو یا عجمی گورا ہو یا کالا ایسا بھی نظر آتا ہے کہ اُس کے وطن پر کوئی آفت نازل ہوئی ہو؟ اور اُس کی عزت خاک مین نہ ملی ہو؟ بجز قریش کے جن پر اگر کبھی کسی دشمن نے دست درازی کا ارادہ کیا بھی تو خدا نے اُس کو ذلیل و خوار کیا۔ یہان تک کہ اللہ جل شانہ کی مرضی ہوئی کہ اُس کا پیغمبر آئے اور جو شخص اُس کے دین کی عزت و پیروی کرے اُسے دنیا کی ذلت اور عقبیٰ کی خجالت سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ بہترین خلق یعنی اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ سلم کو ہدایت خلق اللہ کے لیے منتخب فرمایا۔ پھر ان کے واسطے اصحاب و رفقا منتخب کیے۔ اور بہترین اصحاب وہی تھے جو قریش مین سے تھے۔ اس دینی سلطنت کی بنیاد خدا نے اُنھین کے لیے قائم کی۔ اور پیغمبر کی خاص خلافت اُنھین کے واسطے مخصوص کر دی۔ لہذا خوب یاد رکھو کہ اس شرف کے لیے بجز قریش کے اور کوئی موزون نہین ہے۔ جاہلیت اور کفر کے زمانے مین خدا اُن کی حفاظت کرتا تھا تو کیا تمھارا خیال ہے کہ اب دینداری اور حق پرستی کے زمانے مین نہ کرے گا؟ غرض مجھے تم لوگون کی حالت پر افسوس ہے۔ اور اے صعصعہ تو تو وہ شخص ہے جس کا گاؤن سب گاؤن سے بدتر۔ جس کا گھر انتہا سے زیادہ متعفن۔ جس کی وادی حد سے زیادہ پست جس کے رہنے والے نہایت ہی بدنام۔ اور جس کے جوار والے بھی بے حد نالائق ہین۔ اگر کوئی شریف و وضیع آدمی اس بستی مین جا کے آباد بھی ہوگیا تو لوگ اُسے بُرا کہنے لگے۔ اور جن لوگون نے اس بستی والون سے ہمسایہ

کیا وہ بھی بہت بُرے سمجھے گئے۔ یاد کرو کہ جب اسلام کا آوازہ بلند ہوا ہے تو تم لوگ فارسیون کے غلام تھے۔ اس کے بعد بھی تمھارے وطن بحرین مین اتنا سکون نہو سکا کہ دعوت اسلام مین تم بھی شریک ہو جاتے۔ اس کے بعد صعصعہ یہ خیال کر کہ تو اپنی ذات سے اپنی قوم بھر مین بُرا ہے۔ اس سے بڑھ کے کیا ہو گا کہ اسلام نے تجھ کو اپنے دائرے سے نکال کر غیرون مین شامل کر دیا۔ باوجود ان سب بُرائیون کے اب تو آیا ہے کہ دین مین تفرقہ ڈالے؟ اور اسلام کو ذلیل کرے؟ خوب یاد رکھو کہ قریش کو اس سے ضرر نہ پہونچے گا۔ اور نہ کوئی چیز انھین اپنا فرض بجالانے سے روکے گی۔ شیطان تم لوگون سے غافل نہین ہے۔ اس کو تمھارا یہ خبث نفس معلوم ہو گیا۔ چنانچہ تمھارے ذریعے سے وہ لوگون کو بہکانے لگا۔ لیکن تم لوگ اپنی شرارت سے ایک بات پیدا کرو گے تو خدا تمھاری سرکوبی کے لیے اُس سے بھی بڑی باتین ظاہر کرے گا۔"

یہ تقریر کر کے جناب معاویہ چلے گئے۔ اور دو چار روز کے بعد پھر اُن سے فرمایا "تم چند گنتی کے لوگ ہو۔ نہ کسی کو تم سے فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ ضرر۔ اپنی فلاح چاہتے ہو تو اپنے رفیقون مین جا کر خاموش بیٹھ رہو۔ اور جو انعام و وظیفہ تم کو مل رہا ہے وہ تمھین خراب نہ کرے۔ بہرحال تمھارا جہان جی چاہے رہو۔ اور یہ سب حالات مین امیرالمومنین کو لکھ بھیجون گا۔" بعد ازان پھر اُنھین ایک بار اس طرح سمجھایا اور قائل و معقول کیا کہ "سنو۔ رسول اللہ صلعم معصوم تھے۔ اُنھون نے مجکو والی مقرر فرمایا۔ پھر ابوبکر صدیق نے یہ خدمت میرے ذمے کی۔ بعد ازان عمر فاروق نے مجھے اس عہدے پر مامور کیا۔ اور امیرالمومنین عثمان کے زمانے مین بھی مین خلافت کی یہی خدمتین انجام دے رہا ہون۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہون کہ جن جن بزرگون نے مجھ سے یہ خدمتین لین وہ مجھ سے خوش رہے۔ رسول اللہ صلعم کا معمول تھا کہ حکومت کے عہدون پر اُن لوگون کو مامور فرمایا کرتے جو دولت مند ہوتے اور اچھے معاوضے کے مستحق۔ لہٰذا تم لوگ

اس اصول سے اختلاف نہ کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے خلاف خود تمھارے دل گواہی دے رہے ہیں"۔

دوسرے دن پھر اُن لوگوں کو دیر تک سمجھانے کے بعد کہا "لوگو۔ بھلائی اختیار کرو۔ اور یہ نہیں ہو سکتا تو خاموش رہو"۔ صعصعہ نے اس موقع پر بگڑ کے کہا "آپ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ اور نہ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت میں خدا کی معصیت جائز کر لی جائے"۔ جناب معاویہ نے کہا "کیا میں نے سب سے پہلے نہیں کہا تھا کہ میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور رسول کی پیروی کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جا بتا ہوں کہ تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو؟" ان لوگوں نے جواب دیا "ایسا نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے اختلاف کرنے اور رسول کے حکم کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے"۔ معاویہ نے کہا "تم ایسا کہتے ہو تو خیر میں اب تم کو خدا اور رسول کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اگر میں نے اس کے خلاف کیا ہو تو درگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں۔ اور تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ چلو۔ اپنے اماموں کی عزت کرو۔ اور جہاں تک بنے اُن کو اچھے رستے پر لے چلو"۔ اس کے جواب میں صعصعہ نے درشتی کے لہجے میں کہا "اور ہم تمھیں حکم دیتے ہیں کہ اس عہدے سے علٰحدہ ہو جاؤ۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ اس خدمت کے مستحق ہیں جن کے باپ سابق الاسلام ہوتے ہیں۔ تمھارے باپ سے افضل تھے۔ اور وہ خود بھی تم سے پہلے ایمان لانے کا شرف رکھتے ہیں"۔ حضرت معاویہ نے کہا "خدا کی قسم مجھے بہتوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہونیکا فخر حاصل ہے اور بیشک ایسے بھی بہت سے موجود ہیں جو مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے افضل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں اور کوئی شخص ایسا نہیں موجود ہے جو حکومت کی خدمت کو مجھ سے زیادہ قوت کے ساتھ انجام دے۔ عمر بن الخطاب کی یہی رائے تھی۔ اگر اُنھیں کوئی مجھ سے زیادہ زبردست شخص نظر آتا تو میرے حال پر اُن کی یہ نظر عنایت نہ ہوتی۔ مجھ سے کوئی ایسا فعل بھی سرزد نہیں ہوا کہ اس خدمت سے علٰحدہ کیے جانے کے قابل سمجھا جاؤں۔ بہرحال تم لوگ اِن باتوں سے باز آؤ۔ اور میں بحلف کہتا ہوں

کہ معاملات کا فیصلہ اگر تمھاری ہوسون کے مطابق ہوتا تو اسلام کو کبھی ایک روز یا ایک شب کے لیے بھی استقامت نہ حاصل ہوتی۔ سمجھو سیدھے رہو۔ اور یاد رکھو کہ خدا کی سطوت زبردست ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان خیالات مین پڑ کے تم لوگ شیطان کی پیروی اور خدا کی نافرمانی نہ کرنے لگو۔ اور پھر اُس کی پاداش مین داخل دوزخ ہو۔"

یہ سنتے ہی وہ لوگ سخت برافروختہ ہو کر غصے مین اُٹھ کھڑے ہوے۔ حضرت معاویہ پر جھپٹ پڑے۔ اور آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حلم معاویہ مشہور ہے۔ آپ نے کمال متانت سے فرمایا "ہٹو اور ہوش مین آؤ۔ یہ کوفے کی سرزمین نہین شام ہے۔ یہان کے لوگ تمھین ایسی حرکت کرتے دیکھ پائین گے تو بغیر تمھاری جان لیے نہ رہین گے۔ اور پھر اُن کا روکنا میرے امکان سے باہر ہو گا۔ مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ تمھاری سب حرکتین یکسان حماقت و بے عقلی کی ہین۔"

یہ کہہ کر آپ اُٹھ کر چلے گئے۔ اور حضرت عثمان کو لکھ بھیجا "میرے پاس چند لوگ آئے جنھین خدا نے جوہر عقل سے محروم کر دیا ہے۔ اُن کا کوئی خاص مطلب نہین ہے۔ بجز اس کے کہ ہماری انصاف پسندی نے انھین ناراض کر دیا ہے۔ اُن کا مقصد نہ خدا کی رضامندی ہے اور نہ وہ کوئی معقول و موجہ بات کہتے ہین۔ مجھے ان کا فقط اتنا مقصد نظر آیا کہ فتنہ پیدا کرین اور بے ایمانی سے فائدہ اُٹھا کر ذمیون کو لوٹین مارین۔ خدا ان لوگون کو آزمائش مین ڈالنے اور پھر ان کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ لہذا آپ سعید کو ہدایت فرما دین کہ وہ ان لوگون سے کچھ سروکار نہ رکھین اس لیے کہ یہ کسی شمار و قطار مین نہین ہین۔"

حضرت معاویہ نے ان لوگون کو سمجھا بجھا کر واپسی کی اجازت دی۔ لوگ کوفے کی طرف چلے۔ مگر راستے مین ایک دوسرے سے کہا "کوفے جا کے ہمین [illegible] کہتے ہین۔ وہان جانا بے فائدہ نظر آتا ہے۔ چلو الجزیرہ [illegible]

الجزیرہ جاتے ہوئے حمص مین گذرے تو وہان کے والی عبدالرحمن نے جو حضرت خالد بن ولید کے فرزند تھے اپنے پاس بلوا بھیجا۔ اور چونکہ سعید و معاویہ کی اور ان کی گفتگو سے آگاہ ہو چکے تھے ان کی صورت دیکھتے ہی طیش مین آ گئے اور کہا "شیطان کے ہاتھ کے ہتھیارو مرحبا شیطان تو حسرت مین ہیجان پڑا ہے اگر تم خوش ہو خدا عبدالرحمن کو (مجھے) غارت کرے اگر وہ تمھاری ادب آموزی نہ کرے۔ اے وہ لوگو جن کی نسبت مین نہین جانتا عربی ہو یا عجمی میرے ساتھ ویسی باتین نہ کرنا جیسی سعید و معاویہ سے کر آئے ہو۔ مین خالد بن ولید کا بیٹا ہون اور ان کا وہ فرزند جس کو [illegible] المذاق بنا دیا ہے۔ ساتھ ہی اُس شخص کی اولاد ہون جو مرتدون کا قاتل تھا لہذا اے صعصعہ اگر مین نے سنا کہ میرے ہمراہیون مین سے کسی نے تیری ناک کھل دی اور تجھے ذلیل کیا تو تجھ کو یہان سے بہت دور پھینکون گا۔"

عبدالرحمن نے ان لوگون کو مہینہ بھر تک اپنے پاس ٹھہرایا۔ مگر اس انداز سے کہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ سوار ہوتے تو یہ لوگ ہمراہ رکاب ہوتے۔ اور جب کبھی صعصعہ سے چار آنکھین ہو جاتین تو کہتے "او بادر بخطا۔ اب تو تجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا مناسب نہین ہوتا اُس کے ساتھ برائی کرنا بہت مناسب ہے؟ تیرے خیالات مین نے سنے ہین۔ اُن کو میرے سامنے کیون نہین ظاہر کرتا؟ وہی کہہ جو سعید اور معاویہ سے کہا تھا" یہ الفاظ سُن کر یہ لوگ دل مین سہم جاتے اور کہتے "ہم اُن خیالات سے خدا کی درگاہ مین توبہ کرتے ہین"

ان لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات سے تائب ہو گئے۔ خصوصًا مالک اشتر دوبارہ حضرت عثمان کی خدمت مین حاضر ہوا اور آپ نے فرمایا "تمھین اختیار ہے جہان چاہے جا کے رہو" بارگاہ خلافت سے واپس آ کر وہ پھر عبدالرحمن بن خالد کے پاس رہا لیکن بعد کے واقعات بتا رہے ہین کہ آخر تک اپنے اُنھین خیالات پر قائم تھا۔ اگرچہ عبدالرحمن کے ڈر سے دم نہ مارتا تھا۔

یہ تو کُوفے کے فتنے انگیزون کی حالت تھی۔ بصرے مین اس سے بھی زیادہ خطرناک فساد کی بنیاد پڑی۔ یہان عبداللہ بن سبا نام ایک عجیب

یتفیٔ شخص نمودار ہوا جو ابن سوداء کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ پہلے
یہودی تھا حضرت عثمان کے عہد میں مسلمان ہوا۔ اور اس کے مسلمان ہونے
کا مقصد بادی النظر میں فقط یہ معلوم ہوتا تھا کہ تقیۃً مسلمان بن کر تفرقہ اندازی
کرے۔ اور اسلام کو ضرر پہونچائے۔ یہ شخص پہلے حجاز میں دورہ کرتا رہا اور
وہاں سے بصرے میں آیا۔ والی بصرہ عبداللہ بن عامر کو اُس کی نسبت کچھ شبہ
ہوا تو اس سے پوچھ بھیجا کہ "تو کون ہے؟" جواب ملا "میں اہل کتاب میں سے
ہوں۔ اسلام قبول کیا ہے۔ اور آپ کی پناہ میں ہوں" انھوں نے کہلا
بھیجا "تیری نسبت طرح طرح کی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ اس لیے میرا علاقہ
چھوڑ کے چلا جا" چنانچہ وہ بصرے سے کوفے میں آیا۔ مگر وہاں سے بھی
خارج البلد کیا گیا۔ تب مصر میں پہونچا اور وہاں مقیم ہو گیا۔

وہاں وہ لوگوں سے کہا کرتا "جو لوگ حضرت عیسے کے پھر دنیا میں آنے
کے قائل ہیں اُن سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف
لانے کو نہ مانیں۔ غرض اس نے پہلے رجعت یعنی آنحضرت صلعم کے دوبارہ
دنیا میں آنے کا عقیدہ ظاہر کیا۔ جس کو بہت سے جہلائے اسلام
نے قبول کر لیا۔ پھر دعوے کیا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ اور محمد صلعم
کے وصی حضرت علی ہیں۔ لہذا اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ جو
رسول خدا صلعم کی وصیت کو جائز نہ رکھے۔ اور آپ کے وصی کے
مقابلے پر کھڑا ہو۔ عثمان نے خلافت کو بغیر حق لے لیا" چنانچہ مصر سے
اُس نے جا بجا لوگوں کو اپنے ان عقائد کے خطوط لکھ لکھ کر بھیجنا شروع
کر دیے۔ اور ہر جگہ اس کے چند ہم خیال پیدا ہو گئے۔ تب اُس نے اپنے
پیرؤوں کو تاکید کی کہ "اپنے اِن عقائد کو بڑے زور و شور سے اور
نہایت پابندی کے ساتھ پھیلاؤ۔ اور اس کی ابتدا اس طریقے سے کرو
کہ اپنے امیروں اور حاکموں کی مخالفت کر کے لوگوں کو آمادہ کرو کہ اُن
سے سرتابی کریں" چونکہ اُسے کسی قسم کی مزاحمت نہیں پیش آئی۔ لہذا موقع
پاکر اپنے داعی ہر جگہ پھیلا دیے۔ جو مختلف شہروں میں پوشیدہ طور پر پھرتے

اور اُسکے عقائد کی تبلیغ و تلقین کرتے۔

سب سے زیادہ خطرناک اور فتنہ انگیز کارروائی ابن سبا نے یہ کی کہ وہ اور اُس کے پیرو ہر ملک اور ہر شہر سے دوسرے ملکون اور شہرون مین مشہور لوگون کے نام اس مضمون کے خطوط لکھ لکھ کر بھیج دیا کرتے کہ "ہمارے والی و حاکم ہم پر جور و ستم کر رہے ہین۔ یہان فساد پھیل گیا ہے۔ اور سخت مظالم ہو رہے ہین"۔ ہوتے ہوتے یہ فتنہ مدینۂ طیبہ تک بھی پہونچ گیا۔ جہان صحابہ و دیگر معززین کے نام اس مضمون کے بہت سے خطوط ہر ملک اور ہر شہر سے پہونچے اور یکایک دنیا ء اسلام مین ایک تہلکہ سا پڑ گیا۔ اور ہر شہر کے لوگون کو اس قسم کے متواتر خطوط آنے سے یقین ہو گیا کہ اکیلے ہم تو امن مین ہین۔ باقی ساری دنیا مین اندھیر مچا ہوا ہے۔

آخر معززین مدینہ گھبرا کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ اور کہا "امیرالمومنین جو کچھ حالات ہم سُن رہے ہین غالباً آپ نے بھی سُنے ہون گے"۔ آپ نے فرمایا "تم نے جو کچھ سنا ہو بیان کرو"۔ سب نے اُن خطوط کی کیفیت بیان کر کے مشورہ دیا کہ "چند معتبر لوگون کو روانہ کیجیے کہ مختلف شہرون کا دورہ کر کے وہان کی حالت دیکھین اور واپس آ کر آپ سے بیان کرین"۔

اس تجویز کو آپ نے پسند فرمایا۔ اور اسی وقت محمد بن مسلمہ کوفے مین اُسامہ بن زید بصرے مین۔ عمار بن یاسر مصر مین۔ عبداللہ بن عمر شام مین۔ اور بہت سے لوگ مختلف شہرون مین بھیجے گئے۔ سب دورہ کر کے واپس آ گئے۔ اور بتایا کہ "ہمین کسی جگہ کوئی قابل اعتراض بات یا بے انصافی اور ظلم کی کارروائی نہین نظر آئی"۔ مگر عمار بن یاسر کا پتہ نہ تھا۔ انھین واپسی مین دیر ہوئی تو لوگون مین طرح طرح کے خیالات پیدا ہوے۔ اسی اثنا مین مصر سے عبداللہ بن ابی سرح کا خط آیا جس مین لکھا تھا کہ عمار ایک گروہ کے فقرون مین آ کر اُس جماعت مین شریک ہو گئے۔ اور اس گروہ کے سرغنا عبداللہ بن سبا۔ خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر وغیرہ ہین۔

آخر ۳۴ھ مین جب ابن سبا نے دیکھا کہ اس کی فتنہ انگیزیون نے خلافت کے نظم و نسق مین فرق ڈال دیا۔ اور حضرت عثمان اور اُن کے والیون کے خلاف ہر جگہ شور و شر پھیل گیا ہے تو اُس کے پیرو اور دیگر مخالفین خلافت باہم

مراسلت کر کے ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور ارادہ کیا کہ خود مدینے مین جاکر امور متنازعہ فیہ مین حضرت عثمان سے گفتگو کرین۔

اس زمانے مین حضرت عثمان نے والیان ملک کو مشورے کے لیے اپنے پاس طلب فرمایا تھا۔ مگر والیون کے آنے سے پہلے کوفے کے چند لوگون نے جمع ہو کر حضرت عثمان کی کارروائیون پر اعتراضات کیے۔ اور عامر بن عبداللہ تمیمی کو سب نے آپ کے پاس مدینے بھیجا۔ اُس نے بارگاہ خلافت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ "بعض مسلمانون نے جمع ہو کر آپ کے معاملات پر غور کیا اور اس نتیجے کو پہونچے کہ آپ سے سخت غلطیان سرزد ہوئی ہین۔ لہذا خدا سے ڈریے اور توبہ کیجیے"۔ اُس کا یہ گستاخانہ انداز سخن حضرت خلافت پناہ کو گران گزرا۔ اور فرمایا "لوگ اس شخص کو پڑھا لکھا اور قاری قرآن بتاتے ہین۔ مگر اس کی بدتمیزی کی یہ حالت ہے کہ ایسے بیہودہ الفاظ مین گفتگو کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی نہین جانتا کہ خدا کہان ہے"۔ عامر بولا "جی ہان جانتا ہون کہ خدا کہان ہے"۔ اور یہ آیت پڑھی کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَبِالْمِرْصَاد" (اللہ گھات مین ہے)

اس شخص کی واپسی کے بعد ممتاز اور صاحب رائے والیان ملک مدینے مین جمع ہوئے۔ جن مین حضرت معاویہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن عاص۔ عمرو بن عاص۔ اور عبداللہ بن کریز تھے۔ اُن کے سامنے حضرت عثمان نے فرمایا "کہ تم لوگ میرے وزیر و مشیر ہو۔ اور تم پر مجھے بھروسہ ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ لوگون نے سخت فتنہ پیدا کر دیا۔ مجھ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ اپنے تمام والیون کو معزول کر دون۔ اور اصرار ہے کہ مین ان فتنہ انگیزون کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن جاؤن۔ لہذا بتاؤ کہ اس معاملے مین تمھاری کیا رائے ہے؟"

ابن عامر نے کہا "ان سب لوگون کو آپ جہاد مین لگا دین تاکہ اپنی ذاتی فکر و ں مین پڑ کے فتنہ انگیزی کو بھول جائین"۔ سعید نے یہ رائے ظاہر کی "کہ یہ فتنہ یون دفع ہو سکتا ہے کہ ان لوگون کے سرغنا دنیا سے فنا کر دیے جائین"۔ حضرت معاویہ بولے "اپنے تمام سرداران فوج کے نام احکام جاری کیجیے کہ اپنے اپنے علاقے مین جن لوگون کو فتنہ

انگیزیاں دبا دین۔ اور اس بارے مین اہل شام کے متعلق مین ذمے داری کرتا ہون"۔ ابن ابی سرح نے مشورہ دیا کہ"لوگ بالطبع دولت کی ہوس رکھتے ہین۔ لہذا میری رائے مین آپ فیاضی سے کام لین۔ کچھ دے دلا کر اُن کی زبانین بند کرین۔ اور اُن کے دل اپنے ہاتھ مین لے لین"۔ سب کے بعد عمرو بن عاص اُٹھے جو حکومت مصر سے معزول ہونے کے باعث بہت کُڑھے ہوے تھے۔ اور کہا"امیرالمومنین آپ نے ویسی ہی حکومت کی جیسی بنی اُمیہ کے کسی شخص کو کرنی چاہیے۔ جو آپ کے دل مین آیا آپ نے کیا اور جو بات اور ون کے دل مین آئی اُنھون نے کی۔ چنانچہ آپ اِدھر سیدھے راستے سے ہٹے اُدھر وہ ہٹے۔ اس لیے مین تو یہ کہون گا کہ آپ اعتدال سے کام لین۔ یا خلافت سے علحدہ ہو جائین اور یہ نہین منظور ہے تو آپ مستقل مزاجی دکھائین اور اس معاملے مین قوت کے ساتھ قدم رکھین"۔

مگر جب سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو عمرو بن عاص نے تنہائی مین کہا "امیرالمومنین میری نظر مین آپ کی عزت و حرمت سب سے زیادہ ہے۔ لیکن یہان مین دیکھ رہا ہون کہ مخالفین دروازے سے لگے کھڑے ہین تاکہ جو بات کسی کی زبان سے نکلے اُس کو اسی وقت مشہور کر دین۔ لہذا مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ مخالفون کی نگاہ مین اپنے آپ کو بُرا کرون۔ بلکہ اس کوشش مین ہون کہ اُنھین دوست بنا کر آپ کی خدمت بجا لاؤن۔ اور رفع شر کرون"۔

اب سب والی اپنے اپنے علاقون کو واپس گئے۔ اور ہدایت کر دی گئی کہ جاتے ہی جہاد کی مہمین روانہ کر دین۔ یہ بھی حکم ہوا کہ مخالفین کو جو وظائف مل رہے ہین روک دیے جائین۔ تاکہ احتیاج انکو مطیع بنا دے۔

سعید جب مدینے مین آنے کے لیے کوفے سے چلنے لگے ہین تو اپنے علاقے کے تمام ملکون مین بھروسے کے معززین اور اکابر کوفہ کو والی بنا کے روانہ کر دیا تھا۔ اور کوفہ خلافت کے تمام معتمد علیہ اور ذی راے لوگون سے خالی ہو گیا تھا۔ فقط قعقاع بن عمر افسر جنگ کی حیثیت سے اور عمر بن حریث نائب امیر کی

شان سے کوفے مین باقی تھے۔

میدان خالی دیکھ کر یزید بن قیس اس ارادے سے اٹھا کہ حضرت عثمان کو مسند خلافت سے اتار دے۔ ایک بڑا گروہ باندھ کر وہ کوفے سے نکلنے لگا تو قعقاع نے روک کے کہا "کہان اور کس ارادے سے جاتے ہو؟" جواب دیا۔ "اس لیے کہ سعید کو استقبال کر کے یہان کی حکومت پر واپس لائین"۔ قعقاع نے اس مین کوئی مضائقہ نہ سمجھا۔ اور جانے کی اجازت دے دی۔

لیکن یزید بجاے روانہ ہونے کے کوفے مین رک گیا۔ اور ان مخالفین خلافت کو جنھون نے حضرت معاویہ سے گستاخانہ گفتگو کی تھی اور الجزیرہ مین پڑے ہوے تھے خط لکھ کر کوفے مین بلوایا۔ چنانچہ مالک اشتر اور ان کے رفقا صعصعہ وغیرہ کوفے مین آ گئے۔

ان لوگون کے کوفے مین آنے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اس مین اشتر نے نماز جمعہ کے وقت مسجد جامع کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگون سے کہا "مین امیرالمومنین عثمان کے پاس سے آ رہا ہون۔ اور سعید کو اس پر آمادہ دیکھ آیا ہون کہ واپس آ کے تمھاری عورتون پر سو سو درہم جرمانہ کرین۔ اور خود تم سے ایک ایک ہزار درہم وصول کر لین۔ ان کا خیال ہے کہ تمھاری جائدادین جو تم کو غنیمت مین ملی ہین وہ قریش کا باغ ہین"۔ یہ سنکر جو لوگ ذی عقل و ذی ہوش تھے وہ تو ان باتون کو لغو خیال کر کے عوام کو سمجھانے لگے کہ یہ بالکل جھوٹ بات ہے۔ مگر عوام پر اس کا بڑا اثر پڑ گیا۔ ادھر یزید کے نقیب نے پکار کے کہا "جو کوئی سعید کو کوفے مین واپس لانا چاہتا ہو یزید سے آ کر ملے"۔

یہ شور و غوغا دیکھ کر نائب والی عمرو بن حریث منبر پر جا کھڑے ہوئے اور حمد و ثناے الہی کے بعد کہا "لوگو باہم متفق رہو۔ پھوٹ نہ ڈالو۔ اور خلافت کی اطاعت کرو"۔ مگر قعقاع نے جو افسر فوج تھے کہا "آپ فقط منبر کے زینے سے اس سیلاب کو نہین روک سکتے۔ یہ شور و ہنگامہ بغیر سخت کارروائی کیے نہین رکے گا"۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔ اور یزید

کوفے سے روانہ ہو کر قادسیہ کے قریب جرعہ نام ایک گاؤن مین پہونچا۔ مالک اشتر وغیرہ سب اُس کے ہمراہ تھے۔ اور یہ ہمراہیون کی تعداد ہزارون کو پہونچی ہوئی تھی۔ اتفاقاً سعید بن عاص جو حضرت عثمان کے پاس سے واپس آرہے تھے وہان پہونچے اور یہ ہنگامہ دیکھ کر حال پوچھا۔ اس وقت تک تو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم سعید کے واپس لانے کو جاتے ہین۔ مگر سعید کی صورت دیکھتے ہی سب نے غل مچایا کہ "ہم آپ کی حکومت نہین چاہتے۔" اُنھون نے کہا "اس کے لیے تو یہ کافی تھا کہ تم ایک شخص کو امیرالمومنین کے پاس بھیج دیتے اور ایک شخص میرے پاس چلا آتا۔ ہزارون آدمیون کے مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" یہ جواب دیتے ہی وہ اُلٹے مدینے واپس گئے۔ اور حضرت عثمان کی خدمت مین جرعہ کے بلوائیون کا حال بیان کر کے کہا "وہ لوگ چاہتے ہین کہ آپ مجھے حکومت کوفہ سے علحدہ کر دین۔ اور میری جگہ ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کرین۔"

حضرت عثمان نے فوراً ابو موسیٰ کو والی مقرر کر دیا۔ اور اہل کوفہ کے نام ایک عام خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مین نے اُسی شخص کو تمھارا حاکم مقرر کر دیا جسے تم چاہتے ہو۔ تمھاری فلاح کے متعلق مین کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھون گا مگر تم کو بھی چاہیے کہ میرے احکام کو قبول کرو۔"

والی کے بدل جانے کا حال سُنکر ماتحت علاقون کے حکام بھی کوفے مین آگئے تھے۔ ابو موسیٰ نے اُن کے سامنے مجمع عام مین کھڑے ہو کر کہا "لوگو ساری امت کا ساتھ دو۔ اور جناب ذی النورین کی اطاعت کرو۔" حاضرین نے اقبال کر کے کہا "آپ نماز تو پڑھائین۔" اُنھون نے کہا "جب تک تم لوگ حضرت عثمان کی اطاعت اور فرمان برداری کا مضبوط وعدہ اور اقرار نہ کرو گے مین نماز نہ پڑھاؤن گا۔" سب نے باتفاق اس کا عہد کیا اور اُنھون نے نماز پڑھائی۔

اب حضرت عثمان کی مخالفت کا ہنگامہ اور بڑھا۔ یہان تک کہ خود مدینے مین بھی بعض معزز صحابیون کی رائین متزلزل ہونے لگین۔ اور بعض صحابہ نے ایک دوسرے کو لکھ بھیجا "یہان مدینے مین آؤ اس لیے کہ فتنہ خود ہمارے گھر مین موجود ہے۔" غرض حضرت عثمان سے عام طور پر مخالفت کی جانے لگی۔ اور جو صحابی مدینے مین موجود تھے اُن کی یہ حالت ہو گئی

بھی کہ کوئی کسی کو نہ مخالفت سے روکتا تھا۔ نہ منع کرتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابت۔ ابو اُسید عامری۔ اور حسّان بن ثابت کے جو حضرت عثمان کی طرفداری پر استقلال سے قائم تھے۔ ✗

آخر اکابر مدینہ جمع ہو کر حضرت علی کے پاس گئے۔ اور زمانے کی حالت بیان کی۔ حضرت علی اُسی وقت اُٹھ کر جناب ذی النورین کے پاس گئے۔ اور فرمایا "مین بہت سے مسلمانون کی طرف سے آیا ہون تاکہ جو کچھ وہ کہتے ہین آپ کے گوش گذار کر دون۔ مگر سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کہون۔ نہ کوئی بات آپ سے چھپی ہے اور نہ کوئی مشورہ ہے جو آپ کے خیال مین موجود نہو۔ آپ دنیا دیکھ چکے ہین۔ صحبت رسالت سے شرفیاب ہوئے ہین۔ حضور سرور عالم کی باتین آپ نے اپنے کانون سے سُنی ہین۔ دامادی رسول صلعم کا شرف حاصل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ حقوق کے لحاظ سے نہ ابن ابی قحافہ (ابو بکر) کو آپ پر فوقیت حاصل تھی۔ نہ ابن خطاب (عمر) کو۔ قرابت مین آپ رسول اللہ صلعم سے قریب تر ہین۔ اور آپ کی طرح دامادِ رسول صلعم ہونے کا حق اُن دونون مین سے کسی کو نہین نصیب تھا۔ اور نہ کسی اور بات مین وہ دونون آپ سے بڑھے تھے۔ لہذا خدا کے لیے دیکھیے اور غور کیجیے۔ آپ نہ دیکھتے ہین نہ غور کرتے ہین۔ راستہ صاف اور روشن ہے۔ اور شعائر دین قائم ہین۔ اے عثمان۔ آپ خوب اچھی طرح جان لین کہ جو امام عادل ہدایت کا پیرو ہو۔ سُنّتِ معلومہ کو قائم کرے۔ اور بدعت متروکہ کو مٹائے خدا کے تمام بندون سے افضل ہوتا ہے۔ اور جو امام ظالم اور گمراہ ہو اور گمراہ کرے۔ سنتون کو مٹائے۔ اور بدعتون کو زندہ کرے وہ بدترین نوع انسان ہوتا ہے۔ مین آپ کو خدا کی سطوت اور اُس کے انتقام کا خوف دلاتا ہون اور ڈرتا ہون کہ کہین آپ ہی اس اُمت کے وہ امام نہ ثابت ہون جو مار ڈالا جائے گا۔ اُس کا خون کرتے ہی قیامت تک کے لیے اس امت پر قتل و خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور مسلمانون کے تمام معاملات درہم و برہم ہو جائین گے۔ ایسے گروہ پیدا ہون گے جو اُس کی رفاقت چھوڑ دین گے اور باطل کے غلبے کی وجہ سے اُن کو حق نہ نظر آئے گا۔"

اس کے جواب میں حضرت عثمان نے فرمایا: "میں بخدا جانتا ہوں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ میرے مقام پہ آپ ہوتے۔ اور اپنے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ دوستی کو نباہتے۔ پریشان حال کو پناہ دیتے۔ اور اس قسم کے لوگوں کو والی مقرر کرتے جیسے لوگوں کو عمر فاروق نے مقرر کیا تھا تو میں آپ کو الزام دیتا۔ اور نہ کوئی عیب لگاتا۔ اے علی میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ مغیرہ بن شعبہ کو جو اس وقت موجود نہیں ہیں عمر نے والی نہیں مقرر کیا تھا؟" حضرت علی نے فرمایا "ہاں مقرر کیا تھا۔"

حضرت عثمان: "تو پھر میں نے اگر قرابت کی بنا پر ابن عامر کو مقرر کیا تو کیا بُرا کیا؟"

حضرت علی: "عمر جس کسی کو والی مقرر کرتے اور اُس کا ایک لفظ بھی خلاف پاتے تو فوراً اسیر کچل دیتے تھے۔ اور سخت ترین سزا دیتے تھے۔ مگر آپ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ کمزوری دکھاتے۔ اور اپنے عزیزوں کے معاملے میں نرمی کرتے ہیں۔"

حضرت عثمان: "وہ لوگ آپ کے بھی عزیز ہیں؟"

حضرت علی: "ہاں میرے عزیز ہیں لیکن دوسرے اُن سے افضل اور اچھے عزیز بھی موجود ہیں۔"

حضرت عثمان: "آپ سے چھپا نہیں کہ معاویہ کو عمر نے والی مقرر کیا تھا۔ میں نے بھی اُنھیں مقرر کر دیا تو کیا خرابی ہوئی؟"

حضرت علی: "میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر ہے کہ عمر کا غلام برقا بھی اُن سے اتنا نہ ڈرتا ہو گا جتنا معاویہ اُن کے نام سے کانپتے تھے؟"

حضرت عثمان: "ہاں جانتا ہوں۔"

حضرت علی: "مگر اب معاویہ کی یہ حالت ہے کہ معاملات سلطنت کا فیصلہ کر دیا کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ آپ کو خبر بھی ہونے پائے۔ اور وہاں مشہور یہ کرتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا حکم ہے۔ اور پھر آپ کی یہ حالت ہے کہ ایسے امور کے جاننے پہ بھی کبھی اُن سے جواب نہیں طلب کرتے۔"

حضرت علی کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان مسجد نبوی کے منبر پہ کھڑے ہوئے۔ اور خدا کی ثنا و صفت بیان کر کے یہ تقریر فرمائی "ہر چیز کے لیے ایک آفت

ہے۔ اور ہر بات ہی کوئی عیب۔ اس امت کی آفت اور اس نعمت خلافت
کا عیب طعنہ دینے والے نکتہ چین لوگ ہین جو تمھارے سامنے تمھاری سی
اور تمھارے پیچھے تمھارے خلاف باتین کیا کرتے ہین تم لوگ مجھ مین اُن باتون
کو عیب بتاتے ہو جن کو تم بخداے لایزال عمر بن الخطاب مین گوارا اور قبول
کر لیا کرتے تھے۔ اُنھون نے تمھین ہاتھ سے مارا۔ پاؤن سے کچلا۔ اور زبان
سے مٹایا۔ مگر اُن کی ہر بات پسند ہو یا ناپسند تم نے قبول کر لی۔ مگر مین نے تمھارے
ساتھ نرمی کی۔ اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکا جس سے مجھ پر تمھاری جرأت
بڑھ گئی۔ سُن رکھو کہ مین اپنے دوستون کے لحاظ سے قوی۔ اپنے حامیون
کی وجہ سے غالب۔ اور اپنے طرفدارون کے اعتبار سے زبردست ہون۔
میرے بہی خواہون کا شمار زیادہ ہے۔ ذرا اشارہ کرون تو ابھی سب میری
مدد کو آجائین۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مین ایسے اخلاق کو بھی ظاہر کر سکتا ہون جو
مجھے نہین پسند ہے۔ اور ایسے الفاظ کو کہہ سکتا ہون جو میری زبان سے نہین
نکلتے۔ لہذا اپنی زبانون کو مجھ سے روکو۔ اور اپنے حاکمون اور والیون پر
طعن و تشنیع کرنے سے باز آجاؤ۔ اس کا بھی خیال کرو کہ مین نے اس شخص کو
تقریر کرنے سے روک دیا جو میری جگہ کھڑے ہو کر گفتگو کرتا تو بغیر اس کے
کہ میرے کچھ کہنے سننے کی نوبت آئے تم سب راضی ہو جاتے۔ بتاؤ تمھارا کون سا حق
مٹا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے تمھین جو کچھ مل رہا تھا خدا کی قسم اس مین ذرا بھی کمی
نہین ہوئی۔ یہی تم کو پیشتر بھی مل رہا تھا۔ مگر اس زمانے مین تم نے کبھی اختلاف
نہین کیا۔"

مروان نے اس کے بعد اُٹھ کر کہا "تم لوگ چاہو تو اسی وقت فیصلہ
ہو سکتا ہے۔ اور ہمارا تمھارا فیصلہ خدا کی قسم فقط تلوار سے ہو گا۔" اس
پر حضرت عثمان نے ڈپٹ کے کہا "چپ رہو۔ مجھے اور میرے احباب کو باتین
کرنے دو۔ تم کو دخل دینے کی ضرورت نہین۔"

حضرت عثمان نے اگرچہ اس خطبے مین حد سے زیادہ نرمی
برتی تھی۔ مگر اس تقریر نے مخالفون مین اور آگ لگا دی۔ اور دشمنون کی

شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ ابن سبا کی فتنہ انگیز مراسلت نے ساری قلمرو خلافت میں آفت مچا رکھی تھی۔ اور ہر شہر کے لوگ گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے سے پوچھتے "یہ کیا اندھیر مچا ہوا ہے"؟ اور یہی حالت آخر میں مدینے والوں کی بھی ہو گئی تھی۔

آخر پریشان ہو کر حضرت عثمان نے تمام شہروں میں خطوط بھیجے۔ اور اپنے عاملوں کے نام فرمان جاری کیے جن کا مضمون یہ تھا "اہل مدینہ کو اطلاع ملی ہے کہ بعض مقامات میں لوگوں کو گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور اُن پر ظلم ہو رہا ہے۔ لہذا کل والیان ملک اور یہ تمام لوگ جن کو میرے والیوں اور عاملوں سے کچھ شکایت ہو حج کے موقع پہ آ کر میرے سامنے بیان کریں۔ اور اپنی داد پائیں اور اگر کوئی شکایت نہ ہو تو میرے والیوں کی عدالت گستری کی علی الاعلان تصدیق کریں"۔ یہ فرمان اور خطوط جا بجا شہروں اور ملکوں میں پڑھے گئے تو اکثر نیک نفس لوگ زار و قطار رونے اور حضرت عثمان کو دعائیں دینے لگے۔ پھر جیسے ہی حج کا زمانہ آیا عبداللہ بن عامر۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ سعید بن عاص۔ عمرو بن عاص۔ اور اُن کے ساتھ ایک خلقت عظیم مکۂ معظمہ میں جمع ہو گئی۔ ان سب کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت عثمان نے فرمایا "یہ کیا شکایت ہے؟ اور یہ کیسی بدنامی ہو رہی ہے؟ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں (والیوں) کی نسبت یہ سچ نہ کہا جا رہا ہو۔ اور اگر یہ سچ ہو تو اس کا الزام بجز میرے اور کسی پر نہیں ہے"۔

سب نے عرض کیا کہ "آپ نے تو اپنے مفتشوں (انسپکٹروں) کو بھیج کر دریافت کر لیا۔ وہ لوگ گئے اور واپس آ گئے۔ نہ اُنھیں کسی جگہ ظلم و جور نظر آیا۔ اور نہ اُن خبروں کی کسی سے تصدیق ہوئی"۔ آپ نے فرمایا۔ "اصلیت نہیں تو پھر ان باتوں کی شہرت کیوں ہو رہی ہے؟"

اس کے جواب میں سعید نے کہا "یہ بالکل موضوع اور جعلی خبریں ہیں جو چپکے چپکے ہر جگہ پھیلادی جاتی ہیں۔ اور اُن کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جن لوگوں سے سنی جائیں اُن کی تفتیش کیجائے۔ اور جن سے اُن کی ابتدا

ثابت ہو وہ قتل کیے جائیں۔"

عبداللہ بن ابی سرح بولے "آپ لوگوں پر شفقت و رحمت فرماتے ہین تو پھر ایسے شریروں سے مواخذہ بھی کیجیے۔ ایسے لوگوں کے معاملے مین بہ نسبت درگزر نے کے سختی کرنا زیادہ انسب ہے۔"

اب حضرت معاویہ نے زبان کھولی اور کہا "جس سرزمین کا والی آپ نے مجھے بنایا ہے وہاں سے بجز بھلائی کے اس قسم کی کوئی خبر آپ تک نہین پہونچی ہے۔ دوسرے علاقوں کا حال حضرات زیادہ جان سکتے ہین جو وہاں کے والی ہین۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ جن لوگوں سے ایسی خبروں کی ابتدا ثابت ہو اُن کو اچھی طرح سزا دی جائے۔"

اب عمرو بن عاص نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "میرے نزدیک تو یہ بات ہے کہ لوگوں کے حق مین آپ نہایت نرم ہو گئے ہین۔ ڈھیل ڈال دی ہے۔ اور جتنے وظائف عمر فاروق دیا کرتے تھے آپ اُن سے زیادہ دینے لگے ہین لہذا آپ کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ دونوں ما سبق بزرگوں کا طریقہ اختیار کیجیے۔"

اگرچہ سب صاحبوں نے اس موقع پر سخت گیری کا مشورہ دیا مگر حضرت عثمان کی رحم دلی اور شفقت مین فرق نہ آیا۔ اور ارشاد فرمایا "اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر آفت کے آنے کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ اور یہی وہ فتنے ہین جن کا اس اُمت کے لیے اندیشہ ہے۔ اُن کا دروازہ بند کرنے کی لاکھ کوشش کی جائے بے کھلے نہ رہے گا۔ لہذا چاہیے جو ہو ہمین بجز حدود شرع قائم کرنے کے اور تمام معاملات مین نرمی سے کام لینا چاہیے۔ اس پر بھی فتنوں کا دروازہ کھلا تو اس کا الزام کسی پر نہ ہو گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ مین نے کبھی لوگوں کو نکوکاری اور صلاحیت سے نہین روکا۔ لیکن اب فتنوں کی چکی چلنے ہی کو ہے تو خوش نصیبی ہو عثمان کی اگر وہ مر جائے مگر اس چکی کو اپنے ہاتھ سے نہ چلائے۔ بہر حال تم سب جاؤ۔ لوگوں کو تسلی دو۔ اُن کے حقوق ادا کرو۔ اور خدا اسکے

حقوق پورے کرنے مین سستی نہ کرو"

اس تقریر کے بعد حضرت عثمان مدینۂ طیبہ کیطرف روانہ ہوئے تو تمام والیان ملک ہمراہ رکاب تھے۔ اس لیے کہ اُسی طرف سے شام و عراق کو راستہ گیا ہے۔ مدینے مین داخل ہوتے ہی حضرت عثمان نے حضرات علی مرتضی۔ طلحہ۔ اور زبیر وغیرہ کو اپنے یہان بُلوایا۔ اور معاویہ نے جو دو ایک روز کے لیے رُک گئے تھے ان سب صاحبون کے سامنے ایک تقریر کی جس مین حمد و ثناے الہی کے بعد کہا" آپ سب حضرات رسول اکرم صلعم کے صحابہ ہین۔ اور آپ ہی کو خلافت کا حق حاصل ہے۔ لہذا آپ کے سوا اور کوئی شخص جانشینی رسالت کی آرزو نہین کرسکتا۔ بجز اُس شخص کے جسے ہوس دامنگیر ہو۔ اور جبیر و تعدی سے کام نے آپ نے عثمان کو خلیفہ منتخب کیا۔ جن کی عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور اب اُن کی نسبت اگر آپ مختل الحواس ہو جانے کا اندیشہ کرین تو بعید نہین ہے۔ میرے نزدیک ان کا اس درجہ کو پہونچ جانا بھی ان کے لیے موجب شرف ہے۔ مگر اس کے خلاف جس خیال کے ظاہر کیے جانے کا مجھے اندیشہ تھا اب وہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ تاہم مجھے اس کا اقرار ہے کہ یہ جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے آپ صاحبون کی کوشش سے نہین ہے۔ خیر اب مین کہتا ہون کہ میرا یہ ہاتھ خلافت کی مدد کو ہر وقت طیار رہے۔ اور اس معاملے مین آپ اور لوگون کو طمع نہ دلائین۔ مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر لوگون نے اس کا ارادہ کیا تو اُنھین زک ہو گی"

جناب معاویہ کے یہ الفاظ سُن کر حضرت علی نے کہا" تمھاری مان مرے تم کو معاملۂ خلافت سے کیا تعلق ہے" معاویہ نے جواب دیا" میری مان کا نام نہ لو۔ وہ تم سب کی ماؤن سے کچھ بُری نہین ہین۔ اس لیے کہ اسلام لائین رسول خدا صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بلکہ اُن کا نام لینے کے بجاے میری بات کا جواب دو"

یہ ناگوار گفتگو سُنکر حضرت عثمان نے کہا" میرا بھتیجا (معاویہ) سچ کہتا ہے۔ اچھا مین اپنا اور اپنی خلافت کا حال خود ہی بیان کیے دیتا ہون۔ مجھ سے پہلے جو دو بزرگ خلیفہ ہوے تھے اُنھون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا۔ اور انھین کسی قسم کا الزام نہین دیا جا سکتا۔ مگر خود حضرت رسول خدا صلعم کی یہ حالت

تھی کہ اپنے قرابت دارون کو دیا کرتے تھے۔ مین ایک ایسے گروہ کا شخص ہون جس مین کثرت سے لوگ عیال دار اور قلیل المعاش ہین۔ لہذا اُن کے لیے مین نے اپنا ہاتھ کسی قدر کھول دیا۔ اس کو اگر تم لوگ میری غلطی سمجھتے ہو تو جن جن لوگون کو مین نے کچھ دیا ہے اُن سے وہ رقمین واپس لے لو۔ اور مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھاری مخالفت نہ کرون گا۔"

سب نے حضرت عثمان کی نیک نفسی کا اعتراف کیا اور کہا "آپ نے عبد اللہ بن خالد بن اُسید کو پچاس ہزار کی۔ اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار کی رقمین دی ہین۔ اُن سے واپس لے لیجیے۔" حضرت عثمان نے اسی وقت دونون سے وہ رقمین واپس لے لین۔ اور سب لوگ آپ سے راضی ہو کر اپنے اپنے گھر دلن کو گئے۔

اُن کے جانے کے بعد جناب معاویہ نے تنہائی مین موقع پا کر حضرت عثمان سے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے ساتھ شام مین چلے چلین وہان کے لوگ مطیع فرمان ہین۔" فرمایا "چاہے کیسا ہی لالچ دلایا جائے جوار رسول کو چھوڑ کر نہین نہ جاؤن گا۔ اس مین میرا گلا کٹتا ہے تو کٹ جائے۔ مگر یہ نہین ہو سکتا کہ مدینے کے باہر قدم نکالون۔" معاویہ نے کہا "یہ نہین تو مین شام سے ایک بڑا دستۂ لشکر بھیج دون گا جو آپ کے پاس ٹھہرے گا۔ اور آپ کی حفاظت کریگا۔ ممکن ہے کہ کوئی آفت اُٹھ کھڑی ہو۔ اس وقت کے لیے کوئی آپ کو بچانے والا لشکر ضرور موجود ہونا چاہیے۔" جواب دیا "مدینہ چھوٹا شہر ہے۔ کسی لشکر نے یہان قیام کیا تو ساکنین جوار رسالت تنگی اور دشواری مین مبتلا ہو جائین گے۔ مین یہ بھی نہین کر سکتا۔" عاجز آ کر جناب معاویہ نے کہا "خدا کی قسم لوگ آپ سے دغا کرین گے۔ اور لڑین گے۔" مگر حضرت عثمان نے کسی طرح نہ مانا۔ اور "حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ" کہہ کر خاموش ہو گئے۔

آخر معاویہ نے ملک شام کی راہ لی لیکن لباس پہن کر گھر سے نکلے تو راہ مین حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر کو ایک جگہ جمع پایا۔ اُن کے پاس کھڑے ہوئے۔ اور کہا "آپ سب صاحب جانتے ہین کہ لوگ حکومت کے لیے لڑتے اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا۔ اور اُس وقت سے لوگون کو

سبقت اسلام - قدامت صحبت رسول - اور دینداری کے لحاظ سے شرافت اور فضیلت حاصل ہونے لگی - لہذا آپ حضرات اگر اسی اصول پر قائم رہیں تو حکومت آپکی ہے اور سب آپکی اطاعت اور پیروی کو طیار رہیں - لیکن اگر غلبہ کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنیکی کوشش کیگئی تو حکومت آپسے چھنکر غیروں کو ملجائیگی - مین بوڑھے محترم خلیفہ عثمان کو آپ کے درمیان چھوڑے جاتا ہوں - ان کے ساتھ بھلائی کیجیے اور اُن کے ممد و معاون رہیے" یہ تقریر کر کے معاویہ چلے گئے ؛ ور حضرت علی نے کہا "اِنھوں نے بات تو معقول کہی" اور زبیر بولے "خدا کی قسم آج سے پہلے ہمارے دلوں مین اس شخص کی کبھی اتنی وقعت نہ تھی -

اب دنیائے اسلام مین عجیب انقلاب ہو گیا تھا - حالت نہایت نازک نظر آتی تھی اور سچ یہ ہے کہ جو لوگ تمام صحابۂ رسول اللہ صلعم کو عادل و ثقہ اور واجب التعظیم مانتے ہین اُن کے لیے یہ نہایت مشکل موقع ہے -

یا تو حضرت عثمان سے لوگ اس قدر راضی تھے کہ آپ کے عہد کو حضرت عمر کے عہد سے بھی اچھا بتاتے اس لیے کہ آپ زیادہ رحم دل شفیق و رفیاض تھے مستحق مسلمانوں کے نام زیادہ وظیفے جاری کر دیے تھے - اور اہل مدینہ کی دولتمندی حد سے گزر گئی تھی یا ایسا آپ پر ہر طرف سے اعتراضوں کی بھرمار ہو رہی تھی - اور ابن سبا اور چند فتنہ انگیزوں کے بہکانے سے اچھے اچھے لوگ بھی مخالفت پر آمادہ تھے - آپ ہر اعتراض کا معقول جواب دیتے - مگر کوئی سماعت نہ کرتا - چنانچہ جو شکایتیں سبائی دشمنان اسلام کر رہے تھے وہی بعض صحابہ کی زبانوں پر جاری ہو گئیں اور عوام سے سُن سُنکر بعض ازواج مطہرات رسالت بھی آپ کو الزام دینے لگین حتی کہ باقیماندہ اہل شوریٰ و عشرۂ مبشرہ حضرات علی طلحہ - اور زبیر - کا طرز عمل بھی مشتبہ نظر آنے لگا -

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ یعنی حضرت عثمان کے خاندان والوں مین یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگان امت حضرت عثمان کی مخالفت اس لیے کر رہے ہین کہ مسند خلافت کو اپنے لیے خالی کرائین - چنانچہ اُنھوں نے طیش مین آکر سخت جواب دینا شروع کیے حضرت عثمان اُن کو سخت کلامی سے روکتے - مگر اُن کی بے اعتدالیوں نے عوام مین اور زیادہ ناراضگی بڑھادی -

اگرچہ آپ کے والیون پر کوئی صحیح اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اُن کو جو الزام دیا گیا تحقیقات کے بعد وہ اُس سے بری ثابت ہوئے۔ مگر اوبہ مدینہ اور اجلۂ صحابہ حضرت عثمانؓ کے پاس آ آکر درخواست کرتے کہ انھیں فوراً معزول کر دیجیے۔ ادھر عمائد بنی اُمیہ ان والیون کی طرفداری کرتے۔ جس سے آپ ایک عجیب کشمکش مین پڑے ہوے تھے۔ اس کے ساتھ عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی دماغ کمزور تھا اور قویٰ مین اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ گردوپیش کے سمجھانیوالون کے سمجھانے سے آپ اس نتیجے کو پہونچے کہ میرے والی ہرگز ایسے بُرے نہیں ہین جیسے کہ مشہور کیے جاتے ہین۔ لہذا اُن کا بے وجہ معزول کرنا آپ کو کسی طرح جائز نہ نظر آتا۔

آخر مدینے کے عوام علانیہ مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوے۔ ابن سبا کے خطوط نے اہل مدینہ کے تمام غلامون اور صحابہ کے نوجوان فرزندون کو فساد اور شورش پر آمادہ کر دیا تھا۔ حضرت رسول اکرم کی آنکھین دیکھے ہوے صحابہ مین سے بھی چند اُن کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ باقی اصحاب رسالت ابتدا مین اُن لوگون کو روکتے رہے اور جب زور نہ چلا تو خاموش ہو کر الگ بیٹھ رہے۔ اور اب اطراف وجوانب کے بہت سے بدوی قبائل بھی مدینے مین آکر ہنگامہ کرنے والون کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اُدھر بنی امیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت عثمان کی مخالفت کے پردے مین دراصل ہمارے مٹانے اور فنا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس شورش کے زمانے مین حضرت عثمان نے اکثر مہاجرین وانصار کو جن مین عمار بن یاسر بھی موجود تھے اپنے یہان بُلوایا اس لیے کہ حضرت معاویہ اس ہنگامے کا حال سُن کر شام سے آ گئے تھے۔ چنانچہ اُنھون نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کل اہل مدینہ کو ان الفاظ سے متنبہ کیا کہ اے گروہ صحابہ مین آپ کو اپنے ان بوڑھے بزرگ (عثمان) کے بارے مین بھلائی کی نصیحت کرتا ہون۔ یہ اگر آپ کے درمیان مین مار ڈالے گئے تو مین خدا کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ مدینے کو سوارون اور پیدل سپہ گرون سے بھر دون گا۔ پھر عمار کی طرف دیکھ کر کہا "عمار۔ یہ سُن رکھو کہ شام مین تنخواہ پانے والے

ایک لاکھ سوار موجود ہین۔ اور اسی تعداد مین ان کے اولاد و احفاد اور غلام ہین۔ وہ نہ علی کو جانتے ہین نہ اُن کی قرابت رسول کو نہ عمار سے واقف ہین نہ ان کے گذشتہ کارنامون سے۔ نہ زبیر کو جانتے ہین۔ نہ ان کے احباب کو۔ نہ طلحہ کو جانتے ہین نہ اُن کے واقعات ہجرت کو۔ نہ ابن عوف سے ہیبت کھاتے ہین۔ نہ اُن کی دولت سے۔ اور نہ سعد سے ڈرتے ہین نہ اُن کی دعا کے تیر بہدف ہونے سے۔ لہذا اے عمار جو فتنہ کل پیدا ہونے والا ہے خبردار اُس سے بچتے رہنا۔ تاکہ بعد کو یہ نہ کہا جائے کہ فلان عثمان کا قاتل ہے اور فلان علی کا" یہ پہلا موقع ہے کہ جناب معاویہ نے بند بند الفاظ مین حضرت علی کو قتل کی دھمکی دی۔

ان مخالفتون کے انجام مین بنی امیہ کو اکابر صحابہ سے جو عداوت ہو گئی تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ کی گذشتہ تقریر کے بعد حضرت عثمان نے جب تنہائی مین حضرت معاویہ سے پوچھا کہ "اب اس بارے مین تمھاری کیا رائے ہے؟ یہ مہاجرین چاہتے ہین کہ تقدیر کو پہلے ہی بلا لین۔ (یعنی میرے مرنے کا انتظار کیے بغیر خلافت حاصل کر لین) اور مین سمجھتا ہون کہ ان کے دلون مین جو کچھ ہے اُسکو بے پورا کیے نہ رہین گے،" تو بیساختہ معاویہ کی زبان سے نکلا "میری رائے تو یہ ہے کہ مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب کے سر اُڑا دون" پوچھا کس کے؟" کہا "علی۔ طلحہ۔ اور زبیر کے" سنتے ہی حضرت عثمان چونک پڑے اور فرمایا "سبحان اللہ! اصحاب رسالت کو مار ڈالون! اور بغیر اس کے کہ اُنھون نے کچھ کیا ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہون۔" معاویہ نے کہا "تو اگر آپ نے اِن کو قتل کیا تو عنقریب یہ آپ کو قتل کرین گے" حضرت عثمان نے فرمایا "جو چاہے ہو مین وہ پہلا شخص تو نہ بنون گا جو رسول اللہ صلعم کا جانشین ہو کر آپ کی اُمت کا خون کرے۔

حضرت عثمان کا یہ استقلال دیکھ کر جناب معاویہ نے کہا "تو پھر تین باتون مین سے آپ ایک کو اختیار کرین۔ پہلے یہ کہ آپ کی حفاظت کے لیے مین مدینے مین چار ہزار سوار مقرر کر دون" پوچھا "اُن کو تنخواہ کہان سے دی جائے گی؟" کہا "بیت المال سے"، اس پر حضرت ذی النورین نے حیرت کے لہجے مین فرمایا "محض اپنی حفاظت کے لیے چار ہزار سوارون کو بیت المال سے تنخواہ دون یہ تو مجھ سے

نہ ہوگا" حضرت معاویہ نے کہا "تو دوسری بات اختیار کیجیے۔ وہ یہ کہ ان سب لوگوں کو مدینے سے نکال کر دور دور دراز مقامات میں پھینک دیجیے۔ اس طرح کہ ان میں سے دو بھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں! اور وہاں سب کو جہاد کی مہموں اور خلافت کے اہم کاموں میں اس طرح پھنسا دیجیے کہ نماز سے زیادہ فکر ان کو اپنے اونٹوں کی ہو" اس پر حضرت عثمان اور زیادہ متحیر ہوئے اور فرمایا "سبحان اللہ! معزز مہاجرین۔ اکابر صحابہ! اور باقیماندگان مجلس شوریٰ سب کو اُن کے وطنوں سے نکالوں اور گھر بار اعزا و اقارب اور احباب سے جدا کردوں۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا" معاویہ نے کہا "تو اب فقط تیسری بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ اگر آپ مار ڈالے جائیں تو مجھے اس کا حقدار بنا دیجیے کہ آپ کے خون کے انتقام کا دعوے کروں" فرمایا "ہاں یہ ہو سکتا ہے"۔

چند ہی روز میں معاملے نے اور زیادہ نازک صورت پیدا کر لی۔ تمام لوگ جو حضرت عثمان سے منحرف تھے اُنھوں نے کل شہروں میں ایک تاریخ مقرر کر دی کہ اُس روز علانیہ غدر مچا دیں گے۔ مگر والیان ملک کو اس کا پتہ لگ گیا۔ اور ایسی بیدار مغزی اور خوش تدبیری سے کام لیا کہ کوئی سر اُٹھا نہ سکا۔ تب باغیوں نے اپنے شہروں میں ہنگامہ مچانے کے عوض ارادہ کیا کہ خاص مدینے میں آکر حضرت عثمان پر نرغہ کریں۔ اس کی اصلی محرک یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ ان کے پاس خود مدینے والوں کی طرف سے اس مضمون کے خطوط گئے کہ "اگر تمھیں جہاد کا شوق ہے تو یہاں آؤ۔ تمھارے خلیفہ نے دین محمدی کو غارت کر ڈالا ہے۔ لہذا فوراً آکر اس کی اصلاح کرو"۔

ان خطوں کا اثر مصر میں یہ ہوا کہ وہاں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ کی سازش سے (جو لوگوں کو حضرت عثمان کی مخالفت پر اُبھار رہے تھے) اہل مصر کا ایک گروہ عمرے کا بہانہ کر کے چل کھڑا ہوا۔ جس میں خود محمد بن ابی بکر موجود تھے۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن بن عدیس بھی پانچ سو یا ایک ہزار رفیقوں کے ساتھ اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ کنانہ بن بشر لیثی اور سودان بن حمران سکونی وغیرہ بھی اُن لوگوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور غافقی بن حرب سب لوگوں کا

سرغنا قرار پایا۔

اسی تعداد مین ایک گروہ کوفے سے چلا جس مین زید بن صوحان عبدی۔ اشتر نخعی۔ زیاد بن نضر حارثی۔ اور عبداللہ بن اصم عامری تھے۔ تیسری طرف اسی تعداد مین بصرے کے بلوائیون کا ایک گروہ مدینے کیطرف چلا جس مین حکیم بن جبلہ عبدی۔ ذریعہ بن عباد بشر بن شریح قیسی۔ اور ابن المحرش وغیرہ تھے۔ ان کا سرغنا حرقوص بن زہیر سعدی تھا یہ سب لوگ شوال کے مہینے مین روانہ ہوے۔ اور شہر والون پر یہ ظاہر کیا کہ حج کو جاتے ہین۔

مصر کے بلوائی وہان سے چلے ہی تھے کہ والی مصر عبداللہ بن ابی سرح کو خبر ہو گئی اُنھون نے فوراً حضرت عثمان کو اطلاع کی۔ آپ نے خبر پاتے ہی مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس مین بلوائیون کی روانگی کا حال ظاہر کر کے فرمایا "ان لوگون نے فتنہ انگیزی مین عجلت کی۔ اور میری عمر دراز کرنی چاہی مین خدا کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر اُن کے ہاتھون میری زندگی کا خاتمہ ہوا تو پھر یہ لوگ تمنا کرین گے کہ میری عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال کا ہوتا۔ اس لیے کہ میرے بعد خونریزی مصیبت قتل و غارت اور شورش و فساد کے سوا کچھ نہ دیکھین گے اور نظر آ جائے گا کہ شریعت کے احکام کیا سے کیا ہو گئے" پھر اسی وقت آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو لکھا کہ "تم بذات خود ان لوگون کے تعاقب مین روانہ ہو" اس حکم کے مطابق وہ فوج لے کر روانہ ہوئے۔ شہر ایلہ تک پہونچے تھے کہ ایک طرف سُنا "مصری بلوائیون نے حضرت عثمان کو محصور کر لیا ہے" اور دوسری طرف خبر ملی "کہ محمد بن حذیفہ نے تمام اہل مصر کو اپنے موافق بنا لیا ہے" فوراً پلٹ کے مصر گئے۔ مگر مخالفون نے اس قدر شورش مچا رکھی تھی کہ شہر مین داخل ہونا نصیب ہوا۔ مجبوراً واپس آ کر ارض فلسطین مین خاموش بیٹھ رہے کہ دیکھین ان ہنگامون کا کیا انجام ہوتا ہے۔

تینون مقامات کے بلوائی مدینے کے قریب پہونچے تو بصرے والے مقام ذی خشب مین اُتر پڑے۔ اور کوشش کرنے لگے کہ عثمان کو مسند خلافت سے اُتار کے حضرت طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کرین۔ کوفے والے

بڑھ کے مقام اعوص مین اُترے۔ اور اُس کے درپے ہوئے کہ خلیفۂ وقت کو معزول کر کے حضرت زبیر کو خلیفہ بنائین۔ اور بصرہ والے ذی المروہ مین اترے۔ اور اس کوشش مین مصروف ہوئے کہ حضرت علی کو مسند نشین خلافت کرین۔ زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم نے انجیون کی خدمت اپنے ذمے لی۔ تاکہ تینون گروہون نین آمد و رفت کر کے سب کو ایک راے پر متفق و متحد کر لین۔

مگر پہلی جاسوسی اُنھون نے یہ کی کہ مدینے مین جا کر لوگون سے ملے۔ اور ظاہر کیا کہ ہم خاندان رسالت کی حکومت چاہتے ہین۔ اور نیز یہ کہ بعض والیان ملک بدل دیے جائین۔ مگر یہ دونون شخص حضرات علی و طلحہ و زبیر مین سے جن بزرگ کے گھر گئے۔ اُنھون نے ملنے سے انکار کیا۔

بعد ازان مصر کے بلوائیون مین سے چند لوگ مدینے مین آ کر حضرت علی سے اور بصرے کے چند بلوائی حضرت طلحہ سے ملے۔ اور کہا "ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہین آپ نے اس کو نہ مانا تو سخت ہنگامہ مچا دین گے۔ اور جب تک آپ قبول نہ کرین گے برابر یونہین آپ کے پاس آتے رہین گے۔ مگر دونون صاحبون نے اُن کو جھڑک کر اپنے ہان سے نکلوا دیا۔ بلکہ حضرت علی نے لوگون کی روک تھام کے لیے اپنے فرزند حضرت حسن کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمان کے مکان پر بھیج دیا۔ اور فرمایا۔ "جو لوگ ذی المروہ ذی خشب اور اعوص مین جمع ہین۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کو ملعون فرمایا ہے" اسی طرح حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹون کو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ کوفے والون کے سفیرون نے بھی حضرت زبیر کی خدمت مین حاضر ہو کر یہی درخواست کی۔ اور یہی جواب پایا۔ اور حضرت زبیر کے فرزند عبداللہ بھی حضرت عثمان کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے کہ کسی کو اندر قدم نہ رکھنے دین۔

مدینے کا یہ رنگ اور اکابر صحابہ کی یہ مستعدی دیکھ کر بلوائی اپنے پڑاؤ مین واپس گئے۔ حضرت عثمان نے جب سُنا کہ ذی خشب مین

ایک جماعت اُن کی مخالفت کے لیے اتری ہوئی ہے تو بنفس نفیس حضرت علی کے پاس تشریف لے گئے۔ اپنے حقوق قرابت جتائے۔ اور فرمایا "ان لوگون پہ آپ کا اثر ہے لہذا آپ ان کے پاس جائین اور اُنھین روکین" حضرت علی نے سُن کر ارشاد فرمایا "مین انھین کیا کہہ کے پھیرون؟ فرمایا "جو مناسب جانیے ان سے کہیے۔ مین آپ جو کہین گے اُس کا پابند رہون گا" حضرت علی نے کہا "مین نے بار بار آپ سے کہا اور آپ نے ہر بار وعدہ کر لیا مگر اس کے بعد اپنے قول سے پھر گئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری خرابیان مروان ابن عامر، معاویہ۔ اور عبد اللہ بن ابی سرح کی وجہ سے ہین۔ آپ ان کا مشورہ مانتے ہین اور میرے کہنے پر عمل نہین کرتے" حضرت عثمان نے کہا "اچھا مین آپ کے کہنے پر چلون گا"

اس گفتگو کے بعد حضرت علی تیس مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر اہل مصر کے پاس گئے۔ اُنھین اطمینان دلا کے واپس کر دیا۔ اور مدینے مین آ کر حضرت عثمان سے کہا "مین نے ان لوگون کو سمجھا دیا۔ اور وہ واپس گئے۔ اب آپ خود مجمع عام مین نکل کر خاص اپنی زبان سے اُن اصلاحون کا اعلان فرما دیجیے جو عمل مین آئی ہین۔ تمام شہرون کے لوگ برہم ہو رہے ہین۔ ایسا نہ ہو کہ کوفے اور بصرے کے بلوائی بھی آ پہونچین۔ اور اُسوقت آپ پھر مجھ سے فرمائین کہ انھین جا کر سمجھاؤ۔ اور مین ذرا بھی کوتاہی کرون گا تو آپ کہین گے کہ قرابت کا پاس ولحاظ نہ کیا"

حضرت علی کے کہنے سے جناب عثمان مسجد مین تشریف لائے۔ اور سب لوگون کے سامنے ایک تقریر کی جس مین اپنی غلطیون کا اعتراف اور توبہ کا اقرار کیا۔ اور فرمایا "حق اگر مجھے غلام بنا دے تو مین غلامون کی طرح رہون گا۔ مروان وغیرہ کو بھی تمھارے سامنے جھکا دون گا۔ اور تم جب چاہو گے مجھ تک پہونچ سکو گے" یہ سُن کر تمام حاضرین زار وقطار رونے لگے۔ اور حضرت عثمان کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

اس کارروائی کے بعد آپ گھر مین آئے تو مروان۔ سعید اور چند اور نوجوانان بنی امیہ کو موجود پایا۔ اور مروان نے کہا "امیر المومنین۔ مین کچھ عرض کروں؟" قبل اس کے کہ حضرت عثمان کچھ جواب دین آپ کی بیوی نائلہ نے جو بڑی لائق خاتون اور خاندانی جھگڑون سے بے تعلق ہو کر خاص حضرت عثمان کی ذات کی

بہی خواہ تھیں اور آپ کے ساتھ سچی دلی محبت رکھتی تھیں۔ بولیں "نہیں تم خاموش رہو۔ لوگ اِن کو قتل کر کے کسی اور کو جانشین کر دیں گے۔ اِس لیے اِنھوں نے جو کچھ کہہ دیا ہے اس سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے۔" مروان نے حضرت نائلہ کو سخت جواب دیا۔ اور انھوں نے اُس سے زیادہ سختی مگر معقولیت سے اُس کی تردید کی۔ مگر حضرت عثمان نے مروان سے فرمایا۔ "خیر مضائقہ نہیں تم جو کہنا چاہتے ہو کہو۔" اُس نے کہا "آپ کا یہ قول اگر کسی مجبوری سے ہوتا تو اس کو سب سے پہلے مین قبول کرتا۔ مگر آپ نے تو ذلت اختیار کر لی۔ خطا پر قائم رہنا اور خدا سے توبہ کر لینا واللہ اس سے اچھا تھا کہ علانیہ خطا کا اقرار کیا جائے۔" حضرت عثمان نے کہا "تو پھر تمھارا جو جی چاہے باہر جا کے لوگون سے کہہ دو۔ مجھے تو اب اِس کے خلاف کہتے شرم آتی ہے۔"

اجازت پاتے ہی مروان باہر گیا۔ اور دیکھا کہ لوگون کا ٹھٹ لگا ہوا ہے۔ سب کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا "تم لوگ کیون جمع ہوے ہو؟ کیا ہمین لوٹنے آئے ہو؟ چاہتے ہو کہ ہم سے ہماری سلطنت چھین لو۔ اور ہمین ہمیشہ کے لیے نکال دو؟ یہ ارادہ ہے تو ہم بھی تمھارے ساتھ ایسا سلوک کرین گے جو تمھین ناگوار گزرے گا۔ جاؤ۔ اپنے گھر کا راستہ لو۔ اور ہم خدا کی قسم دبنے والے نہین۔"

مروان کی اس تقریر نے یک بیک آگ لگا دی۔ اور شورش پہلے سے بدرجہا زیادہ بڑھ گئی۔ لوگون نے دوڑ کے حضرت علی کو خبر کی۔ آپ نے اُسی وقت جا کے عبدالرحمٰن بن اسود سے پوچھا "آپ عثمان کے خطبے کے وقت موجود تھے؟" کہا "ہان تھا" پوچھا "اور جو کچھ مروان نے کہا اُسکو بھی آپ نے سُنا؟" کہا "ہان سُنا" اب حضرت علی نے سب کی طرف خطاب کر کے فرمایا "خدا کے بندو! اور مسلمانو! مین گھر مین بیٹھ رہتا ہون تو کہتے ہین کہ مین نے تعلقات قرابت منقطع کر دیے۔ معاملات مین دخل دیتا ہون تو یہ انجام ہوتا ہے کہ مروان آ کر اُن کے قول کے ساتھ ملاعبت کرتا ہے۔ ان کی تلوار مروان کے ہاتھ مین ہے اور باوجودیکہ وہ صحبت رسالت کا شرف حاصل کر چکے ہین۔ اور کہن سال

ہین۔ مگر وہ اُن کی تلوار کو جدھر چاہتا ہے چلا دیتا ہے"۔ اس کے بعد آپ برہم و برافروختہ حضرت عثمان کے پاس گئے۔ اور کہا "آپ جو مروان سے راضی ہین اور مروان آپ سے راضی ہے یہ محض اس وجہ سے ہے کہ آپ دین اور عقل سے ہٹ گئے ہین جس طرح ساربان کسی اُونٹنی کو لے جاتا ہے ویسے ہی وہ آپ کو جدھر چاہتا ہے لیجاتا ہے۔ اور مروان بخدا نہ دین مین صائب الراے ہے۔ اور نہ اپنے ذاتی معاملات مین"۔ مجھے خطرہ نظر آتا ہے کہ وہ آپ کو آپ کے درجہ سے گرا نہ دے۔ اس لیے کہ یہ تو ممکن ہی نہین کہ بجز گھٹانے کے وہ آپ کے درجے کو ذرا بھی بڑھا سکے۔ بس اب اس کے بعد مین آپ کے پاس نہ آؤن گا۔ کیونکہ وہ آپ کی ذاتی بزرگی تشریف لے گئی! مروان کی راے آپ کی راے پر غالب ہے"۔

یہ کہہ کر حضرت علی چلے گئے۔ آپ نے دروازے کے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ جناب نائلہ نے حضرت عثمان سے کہا "علی نے جو کچھ کہا آپ نے سُن لیا۔ اور اب وہ کہہ گئے کہ پھر نہ آئین گے۔ اس لیے کہ آپ کی مہار مروان کے ہاتھ مین ہے جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے"۔ حضرت عثمان بولے "تو پھر مین کیا کرون؟" نائلہ نے کہا "خدا سے ڈریے۔ اور آپ سے پہلے دو بزرگون کی جو وضع رہی وہی وضع اپنی بھی رکھیے"۔ حضرت نائلہ کی ان باتون کی خبر مروان کو ہوئی تو فوراً دوڑا آیا۔ اور جناب نائلہ کی شان مین کچھ سخت کلامی کرنے کو تھا کہ حضرت عثمان نے ڈانٹ کر روک دیا۔

رات ہوئی تو حضرت عثمان جناب علی مرتضی کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اُن سے کہا "مین اپنے قول سے نہ پھرون گا۔ اور جو کہا ہے وہی کرون گا"۔ حضرت علی بولے "آپ نے رسول خدا صلعم کے منبر پہ کھڑے ہو کر تقریر کی اور اُن باتون کو قبول کیا جن کو لوگ چاہتے ہین۔ پھر جب آپ گھر کے اندر چلے گئے تو مروان نے آپ کے پاس سے نکل کر خاص آپ کے دروازے پہ لوگون کو گالیان دین۔ اور ایذا پہونچائی"۔ اس کا جواب حضرت عثمان نے کچھ نہین دیا بلکہ یہ کہتے اُٹھ کھڑے ہوے کہ "تم نے مجھ کو ذلیل کیا۔ اور تم ہی نے لوگون کو میرے خلاف کر دیا۔ حضرت علی نے کہا "مین بخدا تمام لوگون سے زیادہ آپ کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہون۔ لیکن جب کوئی ایسی بات کہتا ہون جس مین سلامتی اور بہبود مدنظر ہو تو مروان آکر

دوسری بات پیش کرتا ہے۔ اور آپ فوراً میری بات کو رد کرکے اس کی بات مان لیتے ہیں"۔

دوسرے ہی دن مروان نے حضرت عثمان سے یہ اعلان کرا دیا کہ "مصر والے پلٹ گئے! اور میرے متعلق لوگوں نے جو باتیں سنی ہیں سب غلط ہیں"۔ اتنے میں عمرو بن عاص نے اُٹھ کر کہا "عثمان خدا سے ڈرو۔ تم نے بہت سے کام کیے اور تمہارے ساتھ ہم نے بھی کیے۔ لہذا خدا کی درگاہ میں تم بھی توبہ کرو اور ہم بھی توبہ کریں"۔ اس پر حضرت عثمان نے نہایت برہم ہو کر کہا "ابن یہ تو ہے جب سے میں نے تجھے حکومت سے معزول کیا تیرے کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں"۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی "توبہ کرو"۔ اور عمرو بن عاص نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا "خداوندا سب سے پہلے میں توبہ کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر عمرو بن عاص یہاں سے گئے تو اسی وقت مدینہ چھوڑ دیا۔ ارض فلسطین میں جا کر دم لیا۔ اور کہتے ہیں کہ مدینہ چھوڑنے سے پہلے انھوں نے حضرات علی طلحہ و زبیر کو حضرت عثمان کے خلاف اُبھارنے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ اور فلسطین میں بیٹھے ہر وقت شہادت عثمانی کی خبر سننے کے منتظر رہا کرتے۔

اب مصر کے بلوائی جو واپس جا چکے تھے یکایک پھر مدینے کی طرف پلٹ پڑے۔ محمد بن مسلمہ نے جا کر اُن سے واپسی کا سبب پوچھا تو انھوں نے ایک خط پیش کیا اور کہا "مقام بویب میں ہم کو عثمان کا ایک غلام ملا جو ایک زکوٰۃ کے اونٹ پر سوار مصر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے سیسے کے چونگلے میں رکھا ہوا یہ خط ملا۔ جس میں عثمان اپنے والی مصر کو حکم دیتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عدیس عمرو بن حمق۔ اور عروہ بن بیاع کو کوڑے مارے جائیں ان کے سر اور ڈاڑھیاں مُنڈوا دی جائیں پھر ان میں سے بعض مصلوب کیے جائیں اور بعض مقید کیے جائیں"۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے یہ بھی کہا "اس معاملے میں ہم سے حضرت علی سے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور انھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ عثمان کو اس بارے میں سمجھائیں گے۔

لیکن جب ہم نے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے تذکرہ کیا تو اُنھون نے صاف جواب دیا۔ اگر ہم تمھارے معاملے مین دخل نہ دین گے۔ بہرحال آج ظہر کے بعد ہم حضرت علی کے ساتھ آکر عثمان سے ملین گے۔“ محمد بن مسلمہ نے بھی ان لوگون سے کوشش کا وعدہ کر لیا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر دونون حضرات یعنی حضرت علی اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور اہل مصر کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ مروان حضرت عثمان کے پاس موجود تھا۔ بولا ”مجھے جانے دیجیے مین ان لوگون سے گفتگو کرون گا۔“ مگر حضرت عثمان نے اس موقع پر سخت سُست کہہ کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اُس کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد دونون صاحبون نے حضرت عثمان سے خط کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمان نے قسم کھائی کہ ”نہ مین نے اس خط کو لکھا اور نہ مجھے اس کی اطلاع ہے۔“ آپ کی زبان سے یہ جواب سنتے ہی محمد بن مسلمہ کہنے لگے ”بیشک آپ سچ کہتے ہین اور یہ فعل آپ کا نہین ہو سکتا یقیناً یہ کارروائی مروان کی ہے۔“

اب اہل مصر حضرت عثمان کی خدمت مین باریاب ہوئے تو بجائے ”السلام علیک یا امیر المومنین“ کہنے کے فقط ”السلام علیک“ کہا پھر عبداللہ بن ابی سرح کی چند شکایتین کین۔ بعد ازان کہا ”ہم آپ کے قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔ مگر حضرت علی اور محمد بن مسلمہ نے یہ اطمینان دلا کر کہ ہماری سب شکایتین رفع ہو جائین گی ہمین پلٹا دیا۔ واپس جا رہے تھے کہ راہ مین ہمین یہ خط ملا جس مین ابن ابی سرح کو ہدایت ہے کہ ہمین کوڑے مارین ہمارے ناک کان کاٹین۔ اور ہمین قید کر دین۔“

حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا ”نہ مین نے یہ احکام جاری کیے اور نہ مجھے اس خط کی خبر ہے۔“ حضرت علی اور ابن مسلمہ نے آپ کے اس ارشاد کی تائید اور آپ کی براءت کی۔ ان لوگون نے پوچھا ”تو پھر یہ خط کس نے لکھا؟“ فرمایا ”مین نہین جانتا۔“ اُنھون نے کہا ”آپ کے نام سے اتنی بڑی جراءت کی جائے اور آپ کو خبر نہ ہوا؟“ فرمایا ”ہان مجھے نہین خبر ہے۔“ وہ لوگ بولے ”تو حضور تو ان

سے خالی نہین۔ اس انکار مین آپ جھوٹے ہین یا سچے۔ جھوٹے ہین تو مسند خلافت سے اتار دیے جانے کے قابل ہین کیونکہ ناحق ہمارے لیے سزاؤن کا حکم دیا۔ اور سچے ہین تو بھی خلافت سے جدا ہونیکے قابل ہین۔ اس لیے کہ ضعیفی نے آپ مین حکومت کی صلاحیت نہین باقی رکھی۔ غفلت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشیر برے ہین ایسی حالت مین ہمارے لیے جائز نہین ہے کہ خلافت کو اُس شخص کے ہاتھ مین رہنے دین جس کی ضعیفی اور غفلت کے سبب سے یہ حالت ہو کہ معاملات کا فیصلہ کوئی اور شخص کرتا ہو۔ بہرحال آپ خلافت سے سبکدوش ہو جائین۔" آپ نے فرمایا۔ "اس قبا کو تو مین نہ اُتارون گا جو مجھے خدا نے پہنائی ہے۔ ہان توبہ کرنیکو البتہ طیار ہون۔" مصریین نے کہا "آپ توبہ کرتے ہین اور پھر وہی کام کرتے ہین لہذا ہم تو جب تک خلافت سے آپ کو جدا نہ کردین گے یہان سے نہ جائین گے۔ یا تو آپ کو قتل کرین گے۔ اور یا اس کوشش مین خود قتل ہون گے۔ اور اگر آپ کے اعزا اور رفقا مزاحم ہوے تو ہم سے اُن سے مقابلہ ہو گا۔" حضرت عثمان نے فرمایا۔ "یہ تو نہ ہو گا کہ مین خدا کی عطا کی ہوئی خلافت سے دست بردار ہو جاؤن۔ مجھے اپنا مار ڈالا جانا گوارا ہے۔ مگر یہ نہین منظور رہا یہ جو تم نے کہا کہ جو مزاحم ہو گا اُس سے لڑو گے تو مین کسی کو تم سے لڑنے کا حکم نہین دونگا اور اگر کوئی لڑا تو بغیر میری اجازت کے لڑے گا۔ مجھے لڑنا ہی ہوتا تو باہر سے لشکر بُلا لیتا۔ یا خود کسی اور سرزمین مین چلا جاتا۔"

اب چارون طرف سے شور و غوغا مچ گیا۔ صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوے۔ اہل مصر کو باہر نکالا۔ اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اسی گھڑی سے مصر والون نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اعلان کر دیا کہ "جو کوئی عثمان کی حمایت نہ کرے گا اُس کے لیے امان ہے۔"

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کے معاملے مین حضرت عثمان کا جواب ناکافی تھا۔ مگر حضرت عبداللہ بن زبیر سے جب خوارج سے گفتگو ہوئی ہے تو اُنھون نے نہایت زوردار اور صاف الفاظ مین قسم کھا کے کہا کہ "حضرت عثمان کے سامنے مصر والے اس خط کے بارے مین کوئی ثبوت اور کوئی معقول حجت نہین

پیش کر سکے۔ اور قائل ہو جانے کے بعد اُنھون نے زبردستی اور بے وجہ ہنگامہ مچایا" اِس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس واقعے کے متعلق زیادہ روایتین شیعہ راویون کی اور بعض شیعیان
عثمان کی ہین۔ اور دونون نے واقعات کو اپنے اپنے خیال کے مطابق خوب رنگ کے
بیان کیا ہے۔

محاصرے کے ابتدائی ایام مین اتنی زیادہ سختی نہ تھی۔ مدینے کے لوگ تو بلوائیون
کے خوف سے دروازے بند کر کے گھرون مین بیٹھ رہے تھے۔ مگر خود حضرت عثمان کے
استقلال و شجاعت کی یہ شان تھی کہ اگرچہ کوئی حامی اور مددگار نہ تھا وہ باہر نکل کر
مسجد مین آتے اور نماز پڑھاتے۔ کسی کو اُن سے بات کرنے کی بھی روک نہ تھی محاصرے
کا آغاز پہلے فقط مصر والون سے ہوا۔ پھر اُس کے بعد کوفے اور بصرے کے بدمعاش
بھی شریک ہو گئے۔ جن کا بیان تھا کہ "ہم فقط اپنے بھائیون کی مدد کر رہے ہین۔ کیونکہ
ہم مین اُن مین عہد و پیمان ہو گیا ہے" حضرت علی نے کوفے اور بصرے والون سے
پوچھا بھی کہ تم لوگ تو کئی منزل واپس جا چکے تھے مصر والون کے پلٹ آنے کا حال
تمھین کیسے معلوم ہوا؟ اس کا اُن سے جواب یہ ملا کہ "آپ جو وجہ چاہین سمجھ لین مگر
اصل تو یہ ہے کہ ہم لوگ اس شخص کو مسند خلافت پر نہین رکھنا چاہتے"

حیرت کی یہ بات ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حضرت عثمان کے سخت مخالف تھے۔ مگر
ابھی تک نماز آپ ہی کے پیچھے پڑھتے۔ ہان اتنی شرارت ضرور کرتے کہ اگر کسی جگہ
چند اہل مدینہ کو مجتمع پاتے تو مزاحم ہوتے۔ کیونکہ اُنھین اندیشہ تھا کہ مدینے مین
اُن کے خلاف کوئی قوت نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت عثمان نے بدمعاشون کی یورش دیکھ کر اپنے مختلف والیون کو اس
کی اطلاع کی۔ اور مدد مانگی۔ اور اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ معزز اور دیندار مسلمانون
کے بڑے بڑے گروہ ہر طرف سے چل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جناب معاویہ نے حبیب
بن مسلمہ فہری کو۔ عبداللہ بن ابی سرح نے غالباً مراسلت کر کے معاویہ بن خدیج کو لشکرون
کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوفے سے قعقاع بن عمرو فوراً چل کھڑے ہوئے۔ اور عقبہ بن
عامر۔ عبداللہ بن ابی اوفی۔ اور حنظلۂ کاتب ٹھہر گئے کہ اور لوگون کو مجتمع کر کے
مدینے مین لائین۔ اسی طرح بصرے مین عمران بن حصین انس بن مالک [illegible]

ابن عمر خلیفۂ رسول کی کمک کے لیے لوگون کو جمع کرنے لگے۔ اور ایسا ہی جوش ہمدردی ان تمام صحابہ مین پیدا ہو گیا۔ جو ملک شام مین مقیم تھے۔

محاصرہ شروع ہونے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اُس مین حضرت عثمان نے نماز کے بعد منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا۔

"لوگو۔ خدا خدا کرو۔ واللہ تمام اہل مدینہ جانتے ہین کہ رسول خدا صلعم نے تم لوگون کو ملعون بتایا ہے۔ غلطی مین نہ پڑو۔ اور صراط مستقیم سے نہ ہٹو" آپ کے بعد محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کے بیان کی تصدیق کی۔ مگر حکیم بن جبلہ نے اُنھین زبردستی بٹھا دیا۔ پھر زید بن ثابت اُٹھ کر کچھ کہنے کو تھے کہ ایک بلوائی نے اُنھین بھی پکڑ کر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی شورش پسند بلوائیون نے مسجد مین ہنگامہ مچا دیا۔ اور مُٹھیون مین سنگریزے بھر بھر کے چارون طرف مارنے لگے۔ حتی کہ تمام لوگون کو مسجد سے نکال باہر کیا۔ اور حضرت عثمان پر سنگریزون کی اتنی بوچھار ہوئی کہ چوٹ کھا کر منبر سے بے ہوش گرے۔ اور لوگ ہاتون پر اُٹھا کر آپ کو گھر لے گئے۔

یہان تک نوبت پہونچی تو چند اہل مدینہ جن مین حسن بن علی۔ زید بن ثابت۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم تھے آمادہ ہوے کہ بلوائیون سے لڑین اور حضرت عثمان نے سُنا تو اُنھین قسمین دلا بھیجین کہ اس ارادے سے باز آئیے۔ چنانچہ سب کو مجبوراً گھرون مین جا کے خاموش بیٹھ رہنا پڑا۔

حضرت عثمان کو سنگریزون کی اذیت سے چونکہ غش آگیا تھا اس لیے حضرات علی طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے۔ اور اس زمانے کی نازک حالت پر اظہار افسوس کیا۔ بنی امیہ کے چند لوگ اُس وقت حضرت عثمان کے گھر مین موجود تھے۔ اُن لوگون نے حضرت علی سے کہا "ساری خرابی تمھاری لائی ہوئی ہے۔ اور تم ہی نے ہم کو تباہ کیا۔ لیکن اگر تم اپنے مقصد مین کامیاب بھی ہو گئے تو باللہ العظیم ہم تمھاری دنیا تنگ کر دین گے" اُن کا یہ کہنا آپ کو ناگوار ہوا۔ اور طلحہ و زبیر کو بھی۔ چنانچہ تینون صاحب غصے مین بھرے اُٹھ کھڑے ہوے اور اپنے گھر چلے گئے۔

اس واقعہ کے بعد بھی تیس روز تک حضرت عثمان مسجد مین آکر نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن اُس کے بعد مخالفت اس درجہ بڑھی کہ بدمعاشون نے آپ کو نماز پڑھانے سے بھی روک دیا۔ اور آپ کی جگہ اُن کا سرغنا غافقی نماز پڑھانے لگا۔ اُن دنون مدینے کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ لوگ خوف کے مارے گھر سے باہر قدم نہ نکالتے اور اگر کسی ضرورت سے کوئی نکلتا بھی تو تلوار باندھے ہوئے۔ اور کوئی شخص بلوائیون سے ذرا بھی مزاحم ہوتا تو یہ بدمعاش بلا تامل اس کو قتل کر ڈالتے۔

اب چونکہ سارے شہر مین شورش مچی ہوئی تھی اور مدینے پر آفاقی بدمعاشون کی حکومت تھی۔ اور حضرت عثمان کے گھر پر ایک غدائی کا نرغہ تھا اس لیے آپ نے ارادہ کیا کہ پھر حضرت علی کو بیچ مین ڈال کر فساد کو دور کرین۔ مگر ان کو اصرار تھا کہ دفع الوقتی کے لیے سردست سب شرطین مان لی جائین پھر جب باہر سے مدد آجائے تو ان لوگون کو مار کے مدینے سے نکال دیا جائے۔ اور کچھ ضرورت نہین کہ ان بدمعاشون سے جو وعدہ کیا جائے اُسکی تعمیل بھی ہو۔" آخر اس کشمکش سے تنگ آکر حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلوا بھیجا۔ اور اُن سے فرمایا "مجھے اپنی جان خطرے مین نظر آتی ہے۔ جسطرح بنے ان لوگون کو واپس کیجیے۔ اور وہ جو حقوق مانگین مین اُن کے دینے کے لیے طیار ہون۔"

حضرت علی نے فرمایا "ان لوگون کو آپ کے قتل کی اتنی ضرورت نہین ہے جتنی آپ کے انصاف کی ہے۔ مین نے پہلے بھی ان لوگون سے اس کا وعدہ کر لیا تھا مگر آپ نے میرے اقرار کو پورا نہین کیا۔ لہذا مجھے پھر اس آفت مین نہ پھنسائیے۔" حضرت عثمان نے اطمینان دلایا کہ "اب کی مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ آپ اُن سے جو اقرار کرین گے اس کو پورا کرون گا۔"

اس پر مطمئن ہو کر حضرت علی باہر نکلے اور اُن لوگون سے کہا "تم لوگ جو حقوق مانگتے ہو تم کو دیے گئے۔" اُن لوگون نے کہا "ہم نے مانا۔ مگر اب خالی خولی وعدے سے ہمارا اطمینان نہ ہوگا۔" اُن کا یہ پیام حضرت علی نے جناب عثمان کو پہونچایا تو آپ نے فرمایا "آپ میرے اور ان لوگون کے درمیان ایک مدت مقرر کرا دین۔ اس لیے کہ ایک ہی دن مین اُن کی سب شکایتون کا رفع ہو جانا

محال ہے" حضرت علی نے کہا "جو امور مدینے کے معاملات سے تعلق رکھتے ہین اُن کے لیے کسی مدت کی ضرورت نہین ۔ باقی رہا وہ امور جن کو دیگر ممالک سے علاقہ ہے اُن کے لیے اتنی مدت رہنی چاہیے جتنے زمانے مین آپ کے احکام وہان پہونچ جائین" حضرت ذی النورین نے فرمایا "تو معاملات مدینہ کے لیے مجھے تین دن کی مہلت دیجیے" حضرت علی نے اس کو منظور کیا اور اس مضمون کا ایک اقرارنامہ قلمبند ہو گیا کہ "کل مظلمے دور کر دیے جائین گے ۔ اور تمام عامل جن کو یہ لوگ ناپسند کرین معزول ہون گے" اس قرارداد کے مطابق محاصرہ کرنے والے رُک گئے ۔

مگر جب تین دن گزر گئے اور کوئی کارروائی عمل مین نہ آئی تو بدمعاشون کا پھر نرغہ ہوا اور سختی سے تقاضا کرنے لگے کہ "اپنے عاملون کو موقوف اور مظالم کو دور کیجیے" حضرت عثمان نے جواب مین کہا "اگر یہی ہوا کہ جسے تم چاہتے ہوا سے معزول اور جس کو تم بتاؤ اُس کو مقرر کرون تو پھر میری کیا ضرورت رہی؟ یہ تو تمھاری حکومت ہوئی" یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ بگڑ کھڑے ہوئے اور کہا "اب تو صاف صاف کہا جاتا ہے کہ ان باتون کو چھوڑیے ۔ ورنہ خلافت سے دست بردار ہو جائیے یا مقابلہ کیجیے" حضرت عثمان نے پہلی بات کے قبول کرنے سے انکار کیا ۔ اور خلافت سے دستبردار ہونے کے بارے مین وہی پھر کہا جو کہہ چکے تھے کہ "خدا نے جو قبا مجھے پہنا دی ہے اُسے نہ اُتارون گا" اور اس گھڑی سے محاصرے مین بہت زیادہ سختی شروع ہو گئی ۔

اب حضرت عثمان نے حضرات علی، طلحہ، اور زبیر کو پھر بلا بھیجا اور ان کی موجودگی مین اپنے گھر کے بام خلافت کے سامنے برآمد ہوئے اور سب کی طرف خطاب کر کے فرمایا "لوگو بیٹھ جاؤ" یہ سنتا تھا کہ سامنے والے مکانون کی محرابون اور زینون پر سب بیٹھ گئے ۔ تب ارشاد ہوا "اے اہل مدینہ مین تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ میرے بعد خلافت تمھارے حق مین اچھی رہے مین قسم دلا کے تم سے پوچھتا ہون کہ تمھین یاد ہے عمر فاروق کے شہید ہونے کے وقت تم نے دعا مانگی تھی کہ خدا تم مین سے بہترین شخص کو تمھاری حکومت کے لیے منتخب کرے ۔ اور تم سب کو اس کی اطاعت پر متفق کر دے ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا نے تمھاری وہ دعا نہین قبول

کی؟ یا تمھارا خیال ہو کہ خدا نے اپنے دین کو ذلیل سمجھا؟ اور چاہتے ہو کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے اس کی پروا نہ کی؟ یا دیندار لوگ متفق الرائے نہیں ہوئے؟ کیا تم کہتے ہو کہ شوریٰ صحیح مشورہ نہیں ہوا؟ اور اس وقت جو کچھ ہوا محض ایک مکابرہ تھا؟ جس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے امت محمدی کو چھوڑ دیا؟ کیا تم یہ کہتے ہو کہ خدا کو میرے انجام کار کا علم نہ تھا؟ اس کے بعد میں پھر تھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میرے گذشتہ کارناموں اور میری ان فضیلتوں سے واقف نہیں ہو جن کی بنا پر انتخاب خلافت میں مجھے اوروں پر ترجیح دی گئی؟ خبردار مجھے قتل نہ کرو اس لیے کہ بجز زناے محصنہ کے مرتکب کے یا مرتد کے یا ایسے شخص کے جس نے کسی مسلمان کو بے گناہ مار ڈالا ہو۔ اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو تلوار کو خود اپنی گردنوں پر لے لوگے۔ اور خدا کبھی تم سے باہمی جھگڑوں کو دور نہ کرے گا"

مخالفوں اور باغیوں نے اسکی تردید میں کہا "آپ کے خلیفہ منتخب ہو جانے کا باعث تو یہ ہو کہ خدا نے آپ کو ایک آزمائش میں ڈالا۔ اور اپنے بندوں کو اس میں مبتلا کیا۔ رہے رسول خدا صلعم سے آپ کے تعلقات اور آپ کے نیک کام۔ تو بیشک آپ پہلے ایسے ہی تھے اور خلیفہ منتخب ہونے کے اہل تھے لیکن اس کے بعد آپ نے ایسے کام کیے جو آپ کو معلوم ہیں لہذا ضرور ہے کہ ہم آپ پر حق کو جاری کریں تاکہ یہ فتنہ سال آیندہ میں نہ باقی رہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ تین شخصوں کے سوا اور کسی کا قتل کرنا حلال نہیں ہے۔ تو سنیے قرآن مجید سے ان میں گنہگاروں کے سوا اور لوگوں کا قتل کرنا بھی مباح ثابت ہوتا ہے اس شخص کو قتل کرنا جو دنیا میں فساد پیدا کرے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو بغاوت کرے اور باغی ہو کر لڑے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو اجراے حق میں مانع اور مزاحم ہو۔ اس پر اصرار کرے۔ اور اس کی جنبہ داری میں ہتھیار اٹھائے۔ آپ وہ شخص ہیں جس نے بغاوت کی۔ اجراے حق میں مانع ہوا۔ اور اس پر اصرار کیا جس کسی پر ظلم کیا اس کا معاوضہ خود اپنی ذات سے نہیں ادا کیا۔ اور یہ دلیل اختیار کی کہ ہم تم پر حاکم ہیں۔ بہر حال اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم سب آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے" حضرت عثمان نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور اندر آ کے بیٹھ رہے۔ مگر جاتے جاتے اہل مدینہ کو قسم دلاتے گئے کہ آپ سب صاحب اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اور کسی کو میری حمایت

ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

آپ کی اس تاکید سے سب لوگ واپس چلے گئے بجز حضرات حسن بن علی عبداللہ بن عباس۔ محمد بن طلحہ۔ عبداللہ بن زبیر اور ان ہی کے ایسے چند بزرگوں کے جو آپ کے دروازے پر سے نہیں ہٹے۔ اور اُن کی رفاقت میں کچھ اور لوگ بھی آگئے تھے۔

یہ محاصرہ چالیس روز تک رہا۔ اٹھارہ دن گزرے تھے کہ مختلف شہرون اور ملکون کے شتر سوارون نے آکر بلوائیون کو خبر کی کہ تمہارے مقابلے پر آنے کے لیے بڑے بڑے لشکر تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی بدمعاشون نے اس کی بھی روک ٹوک کر دی کہ نہ کوئی آپ کے پاس جانے پائے اور نہ کوئی آپ سے ملنے پائے۔ اس کے ساتھ ضروری چیزون کے اندر جانے کی بھی ممانعت کر دی حتی کہ دانہ پانی آپ پر سختی سے بند کر دیا گیا۔

پانی کی سخت تکلیف ہوئی تو حضرت عثمان نے مخفی طور پر حضرات علی طلحہ اور زبیر اور ازواج مطہرات رسالت کو اپنی حالت سے آگاہ کیا۔ اور درخواست کی کہ میرے یہان پانی پہونچائیے۔ سب حضرات اعانت پر آمادہ ہوگئے۔ اور سب سے پہلے حضرت علی اور ام المومنین ام حبیبہ نے پانی پہونچانے کی کوشش کی۔ حضرت علی رات کے اندھیرے میں بلوائیون سے جا کر ملے اور فرمایا "یہ جو تم کر رہے ہو نہ مسلمانون کا طریقہ ہے اور نہ کافرون کا شیوہ۔ پانی اور حوائج ضروریہ کو نہ بند کرو۔ رومی اور عجمی بھی کسی کو قید کرتے ہیں تو کھلانے پلانے میں کمی نہیں کرتے"۔ مگر ان اشقیا نے آپ کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ مایوس ہو کر حضرت علی نے اپنا عمامہ اُتار کے حضرت عثمان کے گھر میں پھینک دیا۔ جس میں اشارہ تھا کہ میں آپ کی مدد کو آیا مگر ناکام واپس جاتا ہون"۔

حضرت ام حبیبہ اپنے ایک خچر پر سوار ہو کر گھر سے نکلیں اور پانی کا گھڑا آگے رکھ لیا۔ شریر بدمعاشون نے اُن معصومہ پر نرغہ کر دیا۔ اور خچر کے منہ پر مارنے لگے۔ مادر محترمہ نے فرمایا "مجھ سے متعلق بنی امیہ کی چند ضروری وصیتیں ہیں۔ اُن کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتی ہون تاکہ یتیمون کا مال ضائع نہ ہو۔ شریرون نے ایک نہ سنی۔ تلوار سے خچر کا تنگ کاٹ دیا۔

خچر بھڑکا۔ اور قریب تھا کہ زوجہ محترمہ رسول خدا صلعم زمین پر آرہیں۔ مگر خوش قسمتی سے چند رفقا ساتھ تھے جنھون نے جھپٹ کے خچر سے اُتار لیا۔ اور گھر پہونچا آئے۔

پانی پہونچانے مین حضرت علی اور حضرت ام المومنین اُمّ حبیبہ کی ناکامی کا حال طلحہ و زبیر نے سُنا تو اُنھین گھر سے قدم نکالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن حزام کے گھرانے والے جن کا گھر حضرت عثمان کے گھر سے ملا ہوا تھا چپکے سے آپ کو پانی پہونچا دیا کرتے تھے۔

اب جناب ذی النورین کی مظلومی انتہائی درجے کو پہونچ گئی تھی۔ اور آب و دانے کی تنگی نے بے دست و پا کر دیا تھا۔ گھبرا کے پھر ایک دن کوٹھے پر چڑھے اور سرکش اشقیا کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا "مین تمھین قسم دلا کر پوچھتا ہون کہ یہ سامنے کا بیر رومہ جس سے میرے یہان پانی آتا ہے اس کو عام مسلمانون کی سیرابی کے لیے مین نے اپنے روپیہ سے خریدا تھا یا نہین؟ پھر اس کو مین نے سارے مسلمانون کے لیے عام کر دیا۔ اور جس طرح سب اس سے پانی لیتے تھے مین بھی لیتا رہا"۔ سب نے اقرار کیا۔ اور آپ نے پوچھا "تو پھر مجھے اس کا پانی لینے سے کیون روکتے ہو؟" اس کا کسی نے کچھ جواب نہین دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "مین پھر تم سے قسم دلا کر پوچھتا ہون کہ مین نے فلان فلان زمینین خرید کر مسجد نبوی مین بڑھائی ہین یا نہین؟" سب نے اس کو بھی مانا۔ اور آپ نے پوچھا "بھلا تمھارے علم مین مجھ سے پہلے کوئی اور بھی اس مین نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا؟" پھر اسی سلسلے مین ارشاد ہوا "قسم کھا کے بتاؤ کہ رسول خدا صلعم نے میری نسبت یہ باتین فرمائی ہین یا نہین؟" اور اپنے فضائل کی حدیثین گنوانے لگے۔

اس موقع پر حضرت عثمان نے یہ بھی فرمایا "تم لوگ جانتے ہو کہ جن وجوہ کی بنا پر تم نے سرکشی کی ہے اُن سے مین نے توبہ کر لی۔ اور خدا سے معافی مانگی۔ تمھارا خیال ہے کہ مین نے طرز حکمرانی کو بدل دیا۔ اگر سچے ہو تو اپنے اس دعوے کے ثبوت مین گواہ عادل پیش کرو۔ اور تمھارے پاس ثبوت نہین ہے تو حسب الحکم شرع مین خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھانے کو موجود ہون جس خط کو کہتے ہو اُس کو نہ مین نے لکھا نہ لکھوایا۔ نہ مجھے اس کی اطلاع ہے"۔ پھر فرمایا "سنو۔ اور مانو۔ سرکشی اور تفرقہ اندازی سے بچو۔ خدا کی ہدایت قبول کرو۔ اور

اور اُسکے عذاب سے ڈرو۔ اگر تم وہی کر گزرے جو چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ پھر کبھی مسلمان اتحاد و اتفاق کی صورت نہ دیکھیں گے۔ اور تمہارا دشمن تم پہ مسلط ہو گا۔ یہ بھی سُن لو کہ ایک گروہ نے دعویٰ کیا کہ وہ لوگ مجھے حق کی طرف بلاتے ہین مگر جب حق اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنھون نے مُنہ پھیر لیا۔ میری درازی عمر اُن کو گران گزری۔ اور اُنھین فکر ہوئی کہ میرا جلد خاتمہ کر دین۔ وہ لوگ تم سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ مین نے جو کچھ حقوق دیے اُن پر وہ راضی ہو گئے۔ اور مجھے یاد نہین آتا کہ جن باتون کا مین نے اقرار کیا تھا اُن مین سے ایک بھی پوری نہ کی گئی ہو۔ اِن لوگون کا دعویٰ تھا کہ حدود اللہ کی پابندی اور رفع مظالم کے خواستگار ہین۔ مین نے اسے قبول کیا۔ اُنھون نے کہا کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن قیس کے ایسے قوی و امین لوگ مقرر کیے جائین۔ اس کی تعمیل پر بھی مین آمادہ ہو گیا۔ مگر اب بھی وہ راضی نہ ہوے۔ میرا مسجد کا راستہ روک دیا۔ اور سارا مدینہ سر پہ اُٹھا لیا۔ اور میرے سامنے تین شرطین پیش کرتے ہین۔ ایک یہ کہ جس کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہوئی ہو اُس کا انتقام میری ذات سے لین۔ دوسرے یہ کہ مین خلافت کو چھوڑ دون اور وہ کسی اور کو خلیفہ بنائین۔ تیسرے یہ کہ وہ ایسی فوجون کو بلائین جو ان کی مطیع ہون۔ اور ان کی سطوت سے مجھے مغلوب کرین۔ حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ میری اطاعت و فرمان برداری کی جائے"

اس کے بعد حضرت عثمان نے اُن کی شرطون کے بارے مین اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔ اور خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے مین کہا "مجھے سولی دیا جانا گوارا ہے۔ مگر یہ نہین گوارا کہ خلافت کو چھوڑ دون۔ اس لیے کہ رسول خدا صلعم مجھ سے اپنی زبان مبارک سے فرما چکے ہین کہ اے عثمان میرے بعد خدائے تعالیٰ تم کو ایک قبا پہنائے گا۔ لوگ اس کو اُتروانا چاہین گے تم پھر کبھی نہ اُتارنا یہان تک کہ مجھ سے آ ملنا"

حضرت عثمان کی اس تقریر سے اصلی واقعات پہ بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اور مختلف و متضاد روایات جن کو بعد والون نے اپنے عقائد اور خیالات کے مطابق مشہور کر دیا ہے۔ اُن کے خلاف صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت

عثمان کس قدر معذور و بیگناہ تھے۔ اور آپ پر کیسا سخت ظلم ہوا۔ ابھی تک عام اہل مدینہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کے یہاں کھانا پانی جانے کی روک نہیں ہے۔ لیکن آپ کی تقریر سے سب کو اس کی اطلاع ہوئی تو جس نے سُنا کہنے لگا "امیرالمومنین کو حوائج ضروریہ سے نہ روکنا چاہیے"۔ یہ دیکھ کر یورش کرنے والے بدمعاش گھبرائے اور سب کے خاموش کرنے کے لیے اشتر نے اُٹھ کر کہا "یہ ان کا (حضرت عثمان کا) فریب ہے۔ دھوکے مین نہ آؤ"۔ یعنی حوائج ضروریہ نہین بند کیے گئے ہین۔

اب حج کا موسم آگیا تھا اور لوگ ادائے حج کے لیے جا رہے تھے۔ محبوبۂ رسول خدا صلعم حضرت اُم المومنین عائشۂ صدیقہ رضہ نے بھی سفر حج کا ارادہ فرمایا تو اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر سے جو مصر کے بلوائیون کے ساتھ آئے تھے فرمایا "تم ساتھ چل کے مجھے حج کرا لاؤ"۔ اُنھون نے انکار کیا۔ اور کہا "مجھ سے تو جہان تک بنے گا اہل مصر کا ساتھ دون گا"۔ حنظلہ کاتب نے جو کوفے سے حضرت عثمان کی حمایت کے لیے آگئے تھے اُن کے یہ الفاظ سُنے تو متعجب ہوئے اور اُن سے کہا "تم نے ام المومنین کا ساتھ دینا تو نہین پسند کیا۔ مگر ان مردم خوار بھیڑیون کا ساتھ دینے کو طیار ہو جن کی رفاقت جائز نہین اگر اس مقصد مین تم زبردستی کامیاب بھی ہو گئے تو یاد رکھو کہ بنی عبد مناف غالب آئین گے۔ اور تم کو کچھ نہ ملے گا"۔ یہ کہتے ہی حنظلہ مدینہ چھوڑ کے کوفے مین واپس چلے گئے۔

اب قافلۂ حج جانے کو طیار تھا۔ اور ضرورت تھی کہ کوئی امیرالحج مقرر کیا جائے۔ اس دینی خدمت کے انجام دینے کے لیے حضرت عثمان پھر کوٹھے پر برآمد ہوے۔ اور عبداللہ بن عباس کو سامنے بلوا کر حکم فرمایا کہ "آپ امیر حج بن کر قافلے کے ساتھ جائین"۔ ابن عباس اُن بزرگون مین تھے جو حضرت ذی النورین کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے۔ عرض کیا "امیرالمومنین مجھے حج مین جانے کے مقابل ان لوگون کی روک تھام کرنا اور ان پر جہاد کرنا زیادہ ضروری اور اچھا معلوم ہوتا ہے"۔ مگر حضرت عثمان نے دوبارہ وہی حکم فرمایا۔ اور قسمین دلا کر اُنھین مکۂ معظمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اب بلوائیون کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کو آئے ہوئے ہین وہ ارادہ کر رہے

ہین کہ حضرت عثمان کی مدد کے لیے مدینے مین آئین۔ اور اس کام کو وہ منجملہ مناسک حج مین شامل سمجھتے ہین۔ ساتھ ہی یہ بھی ان لوگون کے گوش گزار ہوا کہ جناب ذی النورین کی مدد کے لیے لوگ تمام شہرون سے چل کھڑے ہوے ہین۔ اِن خبرون نے بدمعاشون مین زیادہ شورش و سرگرمی پیدا کر دی۔ اور مشورے کے بعد انھون نے طے کیا "کہ ہم نے جو جھگڑا مول لیا ہے اُس کے اندیشون سے جب تک حضرت عثمان کو مار نہ ڈالین گے نجات نہ ملے گی۔ اِن کے قتل کی خبر مشہور ہوتے ہی لوگون کو یہان کا آنا بےنتیجہ نظر آئے گا۔ اور جو جہان تک آیا ہے وہین رُک جائے گا"۔

اس قرارداد کے مطابق سب نے حضرت عثمان کے دروازے پر نرغہ کیا۔ حضرت حسن۔ عبداللہ بن زبیر۔ محمد بن طلحہ۔ سعید بن عاص۔ مروان اور دیگر فرزندان کبار صحابہ نے پوری شجاعت سے سینہ سپر ہو کر انھین روکا اور ہٹا دیا۔ اِس معرکے مین حضرت حسن پر ایک ایسا تیر پڑا کہ خون مین نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ اور حضرت علی کے غلام قنبر کے بھی چوٹ آئی۔

آپ نے اپنے ان حامیون کی یہ جانبازیان دیکھکر حضرت عثمان نے ناگواری کے ساتھ فرمایا "مین تم سبکو اپنی حمایت کے فرض سے سبکدوش کرتا ہون۔ ہرگز نہین چاہتا کہ میری طرف سے لڑو" مگر ان حضرات نے اِس حکم کو نہ مانا۔ اس لیے کہ امام زمانہ کی اعانت کو اپنا فرض جانتے تھے۔ اُنکا اصرار دیکھکر حضرت عثمان نے اپنا دروازہ کھول دیا۔ اور خود باہر نکل آئے۔ آپ کو گھر کے باہر دیکھتے ہی حامیان خلافت نے بلوائیون پر اِس زور سے حملہ کیا کہ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے اور فرزندان صحابہ نے ان کا تعاقب کیا۔

اِس موقع پر حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کتب سماوی کے عالم اور فاضل اجل مانے جاتے تھے سامنے آکر بلوائیون سے کہا "لوگو۔ خدا کی تلوار کو اپنے اوپر برہنہ نہ کرو۔ یہ تلوار میان سے نکلی تو نکلی ہی رہے گی۔ کمبختو۔ آج تمہارا حاکم دُرّہ لے کر اُٹھتا ہے۔ کل تلوار لیکر اُٹھے گا۔ مدینے کو بارہ ہزار فرشتے اپنے جھرمٹ مین لیے ہین۔ امیر المومنین شہید ہوے تو چھوڑ کر چلے جائین گے"
اِس کے جواب مین بدمعاشون نے چلا کر کہا "او یہودن کے بچے تجھے ان معاملات کو

کیا سر دکار ؟" اور اُن بیچارے پر ہر طرف سے سنگریزے اور ڈھیلے برسنے لگے۔ یہان تک کہ وہ زخمی ہو گئے۔ اور حضرت عثمان کیطرف خطاب کر کے فرمایا "امیر المومنین صبر کیجیے۔ خدا کی قسم کتب آسمانی مین آپ خلیفہ مظلوم شہید کے لقب سے یاد کیے گئے ہین۔ آخر حضرت عثمان نے اپنے طرفدارون کو قسمین دلا کر لڑائی سے روکا۔ گھر مین تشریف لے گئے۔ اور اپنے سب حامیون کو مکان کے اندر کر کے دروازہ بند کر دالیا۔

اب اشقیا نے آپ کے دروازے پر نرغہ کیا۔ باہر کوئی روکنے والا نہ تھا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور جب کسی کے کھولے نہ کھل سکا تو بلوائیون نے اُس مین اور اُس کے آگے والے چھپتے مین آگ لگا دی۔ دروازے سے شعلے اُٹھے۔ اور جو لوگ اُس کے پاس کھڑے تھے پیچھے ہٹ گئے۔

دروازے پر تو یہ ہنگامہ بپا تھا۔ مگر حضرت عثمان جو گھر مین داخل ہوئے تو سیدھے کوٹھے پر گئے۔ نماز کی نیت باندھ لی۔ اور اُس مین سورۂ طٰہٰ شروع کی۔ باوجودیکہ سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ چیخ پکار کی آوازین بلند تھین۔ مگر آپ نماز مین اس درجہ محو تھے کہ نہ شور وغل سُنائی دیتا تھا نہ کسی کی تکرار سے۔ اور نہ کسی جگہ قرأت مین اٹکے۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی قرآن لے کر بیٹھ گئے۔ اور یہ آیت زبان پر تھی۔ "اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" (وہ لوگ جن سے لوگون نے کہا کہ سب تمھارے خلاف ہین اُن سے ڈرو۔ تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہمارے لیے خدا کافی ہے۔ اور وہی اچھا وکیل ہے۔)

دروازے کی آگ بھڑکی تو آپ نے اُن سب حضرات کو جو گھر کے اندر تھے بلایا اور فرمایا "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے عہد لیا ہے۔ جس پر مین صبر کے ساتھ قائم ہون۔ ان لوگون نے دروازے مین اس لیے آگ لگائی ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت کارروائی کا ارادہ رکھتے ہین" پھر حضرت حسن سے فرمایا "تمھارے والد اس وقت ایک بڑے اہم معاملے مین مبتلا ہین۔ مین تمھین قسم دلاتا ہون کہ انھین کے پاس واپس جاؤ" مگر حضرت حسن نے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔

اتفاقاً مغیرہ بن شعبہ جو حج سے فارغ ہو کر ایک چھوٹے گروہ کے ساتھ بڑی عجلت سے واپس آ گئے تھے۔ اس وقت حضرت عثمان کے گھر مین موجود تھے انھون نے عرض کیا "آپ امام زمانہ ہین۔ اور آپ پر یہ آفت نازل ہوئی ہے۔ اس بلا سے بچنے کی تین ہی صورتین ہین۔ یا نکل کے لڑیے۔ اور ہم سب پوری قوت کے ساتھ آپ کا ساتھ دین۔ کیونکہ سب جانتے ہین کہ آپ حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہین۔ یہ نہین تو پھر آپ کے مکان کے پچھواڑے ہم دروازہ توڑے دیتے ہین اُدھر سے نکل کے مکۂ معظمہ مین چلے چلیے۔ جہان سب لوگ آپ کے موافق ہین۔ اور یہ بھی نہین تو آپ شام مین چلے جائیین۔ وہان سب لوگ آپ کے ہمدرد ہین۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہان معاویہ موجود ہین۔" یہ سُن کر حضرت عثمان نے فرمایا "مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ نکلکر مقابلہ کر دون۔ اور امت محمدی مین خونریزی کرنے کا بانی ہون۔ مکے مین بھی مین نہین جا سکتا اس لیے کہ اپنے کانون سے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سُن چکا ہون کہ قریش مین سے ایک شخص مکے پر ظلم کرے گا۔ اور جتنا عذاب سارے عالم پر ہو گا اُس کا آدھا اکیلے اُس پر ہو گا۔ اور مین وہ شخص نہین بننا چاہتا۔ باقی رہا یہ کہ شام چلا جاؤن تو سُن لو کہ مین اپنے مقام ہجرت اور جوار تربت رسول صلعم کو چھوڑ کر کہین نہ جاؤن گا۔"

یہ مایوسانہ جواب پانے کے بعد مغیرہ دشمنون کے مقابلے کے ارادے سے رجز پڑھتے ہوے باہر نکلے۔ اور اُن کے ساتھ ہی حضرات حسن محمد بن طلحہ اور سعید بن عاص بھی رجز خوانی کرتے بڑھے۔ سب کے بعد عبداللہ بن زبیر نکلے جن سے حضرت عثمان کی زندگی کے آخرترین واقعات مروی ہین۔ ان بزرگون کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور مروان اور اور لوگ بھی تھے۔

مروان جیسے ہی نکلا بیاع نام بنی قیس کے ایک شخص کا سامنا ہو گیا جس نے شانے پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ شانہ کٹ گیا اور مروان کی زندگی بھر اُس کا یہ ہاتھ جھولتا رہا۔ بیاع کے بعد عبید بن رفاعہ

زرقی نے ارادہ کیا کہ دوسرے وار سے مروان کا کام تمام کردے۔ اُس کو جھپٹتے دیکھ کر ابراہیم بن عدی کی ماں فاطمہ جس نے مروان کو دودھ پلایا تھا بیچ میں آ گئی۔ اور چلائی "اس کی جان لینا چاہتے ہو تو اب حرب کی ضرورت نہیں۔ وہ تو مر چکا لیکن ہاں لاش کے تکے بوٹیاں کرنا چاہتے ہو تو تمھیں اختیار ہے۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہ ہوگی" یہ سن کر عبید سامنے سے ہٹ گیا۔ اور فاطمہ نے جس طرح بنا مروان کو اُٹھا کر اپنے گھر کے اندر کر لیا۔ فرزندان مروان نے فاطمہ کے اس حق کو اپنے عہد خلافت میں ہمیشہ یاد رکھا۔ اور اُس کا بیٹا والی ملک مقرر کیا گیا۔

جس وقت حضرت حسن زخمی ہوئے ہیں محمد بن ابی بکر نے دو شقی ترین بلوائیوں کو پاس بلا کے کہا "کہیں بنی ہاشم نے حسن کے چہرے کو خون آلودہ دیکھ لیا تو سب چڑھ آئیں گے۔ اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس لیے اب عثمان کو اس طرح قتل کرنا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو"۔ چنانچہ یہ لوگ بغیر اس کے کہ اور بلوائیوں کو بھی خبر کریں ایک انصاری بزرگ کے مکان میں گھسے جن کا گھر حضرت عثمان کے گھر سے ملا تھا۔ اُس میں سے ہو کر وہ حضرت عثمان کے قریب تک پہونچ گئے۔ اور جو حضرات دروازے پہ دشمنوں کو روک رہے تھے اُنھیں خبر بھی نہ ہونے پائی۔

حضرت عثمان جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کوٹھے پہ تھے۔ اور بجز آپ کی بیوی حضرت نائلہ کے کوئی پاس نہ تھا۔ اُن بے رحم اشقیا نے جو قریب پہونچ گئے تھے اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کے آپ کو شہید کرے۔ وہ سامنے گیا اور کہا "تم خلافت کو چھوڑ دو تو ہم بھی تم کو چھوڑ دیں"! آپ نے طیش کے ساتھ اپنے بعض مفاخر بیان فرمائے۔ اور کہا "جو کرتا خدا نے پہنا دیا ہے اُس کو تو نہ اُتاروں گا۔ تا آنکہ خدا نیکوں کو فضیلت اور بدبختوں کو ذلت نہ دے"! اس جواب کا اُس شخص پہ کچھ ایسا رعب پڑا کہ اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ اب دوسرا شخص گیا۔ اُسکی صورت دیکھ کر حضرت عثمان نے فرمایا "تو میرا قاتل نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلعم نے تیرے حق میں شر سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی تھی"! اُسکو

بھی جرأت نہ ہوئی۔ پھر بیٹھا آیا۔ پھر تیسرا ہونچا جو قریشی نژاد تھا اُسکو پہچان کر حضرت عثمان بولے کہ تجھے رسول خدا صلعم نے مغفرت کی دعا دی ہے۔ وہ خون نہ گرا جس کا گرانا حرام ہے" وہ بھی مرعوب ہو کر پلٹ آیا۔

اب محمد بن ابی بکر پہونچے اُنھون نے پہونچتے ہی آپ کو پچھاڑا۔ سینے پر چڑھ بیٹھے۔ آپ کی ڈاڑھی پکڑ کے نوچ لی۔ اور کہا "او نعثل (ڈڑھیل) معاویہ بن عامر اور ابن ابی سرح کہان ہین؟" حضرت عثمان نے فرمایا "اگر تمھارے باپ تمھاری اس وضع کو دیکھتے تو پسند نہ کرتے" ان کلمات نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ پاؤن مین بھی لرزہ ڈال دیا۔ اور چلے آئے۔

اُن کے دست ستم سے چھوٹتے ہی حضرت عثمان نے وضو کیا۔ اور قرآن کو گود مین لے کر بیٹھ گئے۔ اب اور بہت سے بدمعاش یہان تک پہونچ گئے تھے۔ چنانچہ کوفے کا ایک شقی ایک چھوٹا سا تیر لیے ہوے پہونچا جس نے آپ کے شانے کو گلے کے پاس زخمی کیا۔ آپ کو خون مین نہلا دیا۔ اور خون کی دھار قرآن مجید پر پڑی۔ اتنے مین ایک اور شخص آیا۔ اور آپ کو ایک ٹھوکر رسید کی تیسرے شخص نے آکے تلوار کے وار کا ہولا مارا جس سے آپ کو غش آگیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت نائلہ نے اور اور بیویون نے جو غل مچا رکھا تھا گرا گئی تھین آپ کے منہ پر پانی چھڑکا اور فریاد کرنے لگین۔ پانی چھڑکنے سے آپ کو ہوش آگیا۔

اب محمد بن ابی بکر پھر آپہونچے اور آپ کو سخت سُست کہنے لگے۔ اس درمیان مین ایک مصری بدمعاش نے آپ کی ریش مبارک پر ہاتھ مارا اور جتنے بال مٹھی مین آئے نوچ لیے۔ پھر تلوار بلند کر کے بولا "ہٹے رہو" اور وار کر دیا۔ حضرت عثمان نے اُس کی تلوار اپنے ہاتھ پر لی جس سے دست مبارک کٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن لکھا" اب ایک اور گربہ چشم پستہ قد چیچک رو شخص ایک فولادی گرز ہاتھ مین لیے ہوے آیا۔ اور سوال کیا "او ڈڑھیل تو کس مذہب پر ہے؟" آپ نے فرمایا "مین ڈڑھیل نہین عثمان بن عفان ہون۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیفی پر ہون" اس نے کمال دریدہ دہنی سے کہا "تو جھوٹا ہے" اور آپ کی بائین

کنپٹی پر گرز مارا۔ سر سے خون جوش مارنے لگا۔ اور آپ منہ کے بل گر پڑے۔ یہ حالت زار دیکھ کر حضرت نائلہ کمال بیقراری سے بیچ میں آگئیں۔ اور بنت شیبہ نے اپنے آپ کو حضرت عثمان کے اوپر ڈالدیا۔ اب ایک اور مصری شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور بولا۔ "میں خدا کی قسم اس کی ناک کاٹ لوں گا۔" اس کو حضرت نائلہ نے روکا اور اس کوشش میں آپ کی چادر کھل گئی۔ مصری ظالم نے جو دیکھا کہ نائلہ بیچ میں ہیں تو ان کے کان کے گوشوارے اور شانے کے درمیان تلوار ڈالی کہ جناب عثمان کی ناک پر حملہ کرے۔ مگر جناب نائلہ نے تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں کٹ گئیں اس پر آپ کو ایسا طیش آیا کہ اپنے شوہر کے حبشی غلام رباح کو آواز دی کہ میری مدد کو آ۔ رباح فوراً تلوار لے کے جھپٹا اور ایک ہی وار میں اُس مصری شقی کا کام تمام کر دیا۔

اب ایک اور بدمعاش تلوار لیے ہوئے آیا۔ اور سامنے سے کہا "ہٹو" پھر تلوار کی نوک حضرت عثمان کے پیٹ پر رکھ کے زور سے گڑو دی۔ حضرت نائلہ نے اس کی تلوار بھی پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں جو پہلے ہی کٹ چکی تھیں جدا ہو کر گر گئیں۔ اور تلوار حضرت عثمان کے پیٹ میں پیوست ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورتیں چلا چلا کے آہ و بکا اور فریاد و زاری کرنے لگیں۔ اور بدمعاش جو اندر گھسے ہوئے تھے اپنا کام پورا کر کے بھاگے۔

اس وقت حضرت نائلہ نے بیرونی دیوار کے پاس آکر غل مچایا کہ "امیر المومنین مار ڈالے گئے۔" یہ آواز تھی ایک بجلی کی کڑک تھی جس نے باہر والے اُن جان نثاروں کو بدحواس کر دیا جو دروازہ کے سینہ سپر کھڑے تھے۔ حضرات حسنین اور اُن کے رفقا فوراً اوپر چڑھ آئے۔ اور حضرت عثمان کو مقتول دیکھا تو آپ کی لاش کے اوپر جھک کر دیر تک روتے رہے۔ اسی یہ خبر ہر طرف مشہور ہو گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آنے لگے اور دم بھر میں سارے مدینے میں غل ہو گیا کہ "حضرت عثمان بن عفان مار ڈالے گئے۔"

حضرات علی۔ طلحہ۔ زبیر اور سعد اور اکثر اکابر مدینہ حیران پریشان دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ کی لاش دیکھ کر زار زار رونے لگے اور حضرت علی

کو تو دونوں غم سے غش آگیا۔ جب افاقہ ہوا تو دونوں صاحبزادوں سے فرمایا "تم دروازے پر کھڑے رہے اور امیرالمؤمنین شہید ہو گئے" یہ کہہ کر دونوں فرزندوں کو مارا اور محمد بن طلحہ۔ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی سخت سست کہا۔ اس پر طلحہ نے تعجب کے لہجے میں پوچھا "اے ابوالحسن آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے فرزندوں کو آپ نے کیوں مارا؟" فرمایا "طلحہ آپ دیکھتے ہیں کہ امیرالمؤمنین بغیر کسی وجہ شرعی اور حجت و برہان کے مار ڈالے گئے!" یہ کہہ کر حضرت علی اپنے گھر گئے۔ اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔

یہ جمعے کا مبارک دن تھا۔ اور ۳۵ھ میں ماہ مبارک ذی الحجہ کی ۱۸ تاریخ تھی جو مہینہ کہ خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے کے لیے مخصوص ہے آپ کو منبر رسالت پر قدم رکھے آٹھ یا بارہ دن کم بارہ برس ہوئے تھے۔ اور عمر شریف بیاسی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت نائلہ نے سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ جناب معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں کل واقعات۔ لوگوں کا مکان میں گھس آنا۔ حضرت عثمان کا قرآن لے کر بیٹھ جانا۔ محمد بن ابی بکر کی دست درازیاں۔ اور نیز اپنے تمام حالات لکھے۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو بلا کر اُن کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ اس خط کے ساتھ اُنھوں نے حضرت عثمان کا خون آلود کرتا۔ آپ کی داڑھی کے بال جو محمد بن ابی بکر نے نوچ کے ڈال دیے تھے۔ اور اپنی کٹی ہوئی انگلیاں بھی بھیج دیں۔ نعمان تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ یزید بن اُسید ملے جن کو معاویہ نے چار ہزار فوج کے ساتھ حضرت عثمان کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ نعمان سے اُن کو حضرت عثمان کے اس انجام کی خبر ملی وہ وہیں سے پلٹ پڑے اور نعمان کے ساتھ ہی شام میں پہونچ کر جناب معاویہ سے ملے۔

ان واقعات کے بعد مصر کے بدمعاش پھر حضرت عثمان کے گھر میں آئے۔ آپ کی لاش کو دیکھ کر متاثر اور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ مگر جو لوگ گھر کے اندر موجود تھے اُنھوں نے اُن کو مار کے باہر کر دیا۔ چنانچہ دروازے کے پاس پھر لڑائی

ہوئی اور بعض راویون کا خیال ہے کہ مروان اسی موقع پر زخمی ہو کر گرا تھا۔
شہادت کے بعد آپ کی لاش تین دن تک گھر مین پڑی رہی۔ بلوائیون کے ہنگامے اور غلامان مدینہ کی شورش سے کسی کو دفن کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر حکیم بن حزام قرشی جو حضرت عثمان کے پڑوسی تھے۔ اور جبیر بن مطعم حضرت علی کے پاس آئے اور دفن کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ اور مغرب و عشا کے درمیان حضرات زبیر۔ حسن بن علی۔ ابو جہم بن حذیفہ اور خلیفۂ مظلوم شہید کے اعزہ۔ مروان وغیرہ جنازہ لے کر چلے۔ دوسرے راوی کہتے ہین کہ حضرت علی۔ طلحہ۔ زید بن ثابت۔ اور کعب بن مالک بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔
یکایک خبر ملی کہ راستے مین لوگ تاک لگائے بیٹھے ہین کہ جنازہ قریب آئے تو اس پر سنگ باری کرین۔ حضرت علی نے فوراً آدمی بھیجکر اُنھین اس حرکت سے روکا۔ اور سب صاحب جنازہ لے کر "حش کوکب" نام ایک احاطے مین پہونچے جو جنت البقیع سے ملحق تھا۔ مختلف راویون کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات جنازے کو لے کر گئے وہ آپ کو جنت البقیع مین دفن کرنا چاہتے تھے۔ مگر بعض نواجوانان انصار اس کے مزاحم ہوے۔ جو اس کے بھی خلاف تھے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چنانچہ اس معاملے مین سخت کلامی کی نوبت آئی۔ اور انجام یہ ہوا کہ حضرت حسن یا حضرت حذیفہ یا مروان نے ایک گڑھا کھود کر حش کوکب مین دفن کر دیا۔ ایک زمانے کے بعد جب حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے تو انھون نے بیچ کی دیوار گرا کے احاطۂ حش کوکب کو بھی جنت البقیع مین داخل کرا دیا۔
حضرت کعب بن مالک نے حضرت عثمان کا بالکل سچا اور نہایت ہی عبرت خیز مرثیہ کہا ہے۔ جس مین آپ کی شان ابرارت۔ راضی برضا ہونے۔ خونریزی سے بچنے۔ اور آپ کی شہادت کے انجام کو نہایت فصاحت اور خوبی سے پُردرد الفاظ مین ادا کیا ہے۔
اب ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے واقعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے۔ یہ نہایت نازک معاملہ ہے۔ اور اسلام کے اُس دور سے تعلق رکھتا ہے جس کے ہر شخص کو ہم واجب الاحترام مانتے ہین اس لیے

انکار نہین ہو سکتا کہ شرفاے مدینہ مین سے بہت نوجوان اور اُن کے کثیر التعداد غلام ابن سبا کے خطوط سے فریب کھا کر فتنے مین مبتلا ہو گئے۔ اور اُن لوگون نے بہت سے شورش پسند بدمعاشون کو باہر سے بلا کر مرکز اسلام مین جمع کر لیا۔ مگر اس بات کو صحیح طور پر بیان کرنا کہ صحابہ مین سے کون کون اس ہنگامے مین شریک تھے غیر ممکن ہے۔ حضرت عثمان کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت عثمان کو خیال تھا کہ امیدواران خلافت کے شوق جانشینی مین ایک طرح کی بے صبری پیدا ہو گئی ہے۔

خلافت کے امیدوار کون کون حضرات تھے؟ وہ سعد۔ طلحہ۔ زبیر اور علی ہین جو عشرۂ مبشرہ مین شامل ہین جن کو رسول اللہ صلعم نے قطعی جنتی فرمایا ہے۔ سعد بن ابی وقاص گو کہ مستحق خلافت تھے مگر اپنے اس حق سے دست بردار ہو گئے تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ اگرچہ وہ مدینہ طیبہ مین موجود تھے مگر کسی معاملے مین اُن کا نام بہت کم آیا ہے۔ باقی تین حضرات کے طرفدار متمائز طور پر موجود تھے۔ کوفے والے حضرت زبیر کو۔ بصرے والے حضرت طلحہ کو۔ اور مصر والے حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے جو شیعہ یا بعض روایتین مورخین سے منقول ہین اُن کی بنا پر ان حضرات کا طرز عمل نہایت مشتبہ نظر آتا ہے۔ حضرت طلحہ کی نسبت تو بعض روایتون مین یہان تک کہہ دیا گیا ہے کہ کھلے کھلے باغیون اور سرکشون مین شریک تھے اور اُن کو ابھارتے تھے جس کا علم خود حضرت عثمان کو ہو گیا تھا۔ حضرت زبیر مین بھی ایک حد تک خاموشی نظر آتی ہے۔ لیکن ان روایات تاریخ کا اعتبار کیا جائے تو وہ حضرت علی اور حضرت طلحہ و زبیر مین سے کوئی بھی اپنے طرفدارون کو روکتے نہین نظر آتے ہین نہ حضرت عثمان کی حمایت مین سچی سرگرمی دکھاتے ہین جو اُن کے امکان مین تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی حیرت کے قابل ہے کہ تینون صحابیون کے فرزند حضرت عثمان کے دروازے پر کھڑے باغیون کی شورش کو روک رہے تھے۔

حضرت علی کی نسبت سب روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ بلوائیون پر سب سے زیادہ آپ ہی کا اثر تھا۔ آپ کے کہنے سے وہ رکتے تھے۔ آپ کے اشارون

پر وہ چلتے ہین - اور آپ کے رُکتے ہی وہ حملہ آور ہوتے ہین۔ پھر آپ کے دونون فرزند باب خلافت پر شمشیر بکف کھڑے ہوے دشمنون کو روک رہے ہین۔ بار بار آپ کی طرف رجوع کی جاتی ہے۔ بلوائیون کے ہٹانے کو کہا جاتا ہے مگر آپ ہر بار اُن کی شرطون کو پیش کرتے اور خلافت کو قبول کرنے پر مجبور کرتے ہین۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعات حضرت عثمان کی جانب منسوب کیے جاتے ہین کہ بلوائیون کی شرطون کو بار بار قبول کرتے ہین حلف اُٹھاتے ہین پھر مروان کے کہنے سے اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے۔ اور اپنی قسم کو بھول جاتے ہین گویا کسی بات پر قائم ہی نہین رہتے۔

الزامون کا سارا بار مروان کے سر رکھا گیا ہے کہ وہ حضرت عثمان کا نفس ناطقہ تھا۔ اور آپ پر یہان تک حاوی تھا کہ اُس کے کہنے سے آپ جھوٹ بولتے۔ بدعہدی و پیمان شکنی کرتے۔ اور قسم کھاکر مکر جانے مین بھی تامل نہین کرتے جو غیر مستحسن امور آپ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے ایک معمولی صحابی سے بھی غیر ممکن تھے خود مروان کی جتنی باتین اِن واقعات کے سلسلے مین بتائی گئی ہین خلافت اور بلوائیون کے خلاف ہی نہین احمقانہ ہین۔ اس نازک موقع پر جیسے بے عقلی کے جملے وہ کہتا ہے شاید کسی احمق کی زبان سے بھی نہ نکلین گے حالانکہ وہ بالذات بڑا عقلمند زمانہ شناس اور مدبر شخص تھا جس نے بنی اُمیہ کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنے عہد خلافت مین بڑا ذی ہوش شخص ثابت ہوا۔

ان تمام مذکورہ واقعات کی تصریح اور تائید صحیح حدیثون سے کہین نہین ثابت ہوتی۔ لہذا مورخین سے جتنی روایتین منقول ہین سب پایۂ اعتبار سے ساقط۔ اور اس عہد کی سیاسی کشمکش کا آئینہ ہین۔

اصل حقیقت فقط اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن سبا کی سازش اور اُسکی جعلی مراسلتون نے امیرالمومنین عثمان اور آپ کے والیون کیطرف سے لوگون کو ہر جگہ بدظن کردیا۔ حضرت عثمان نے ہر طرح کی امکانی تفتیش کی مگر نتیجہ مین خاص شکایت کرنیوالون کو شکایت کا

موقع دیا۔ پھر واپس بھی بدلے۔ قرآن مجید کے حکم اور حضرت رسول خدا صلعم کی اُس سنت کی پابندی میں کہ حضرت عباس اور اپنے اعزا سے زیادہ سلوک ہوتے تھے اپنے جن عزیزوں اور قرابت داروں کو کچھ دیا تھا عوام کی شکایت پر اُن سے واپس بھی لے لیا۔ مگر فتنہ انگیزوں کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ وہ بجز اس کے کہ آپ خلافت چھوڑ دیں اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔ آخر خود مدینے کے غلام اور عوام ابن سبا کی سازشوں کے شکار ہوے۔ اور انھوں نے اپنی مدد پر اطراف کے بدویوں اور باہر کے بدمعاشوں کو مصر، بصرے اور کوفے سے بلا لیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس بات پر آمادہ ہوکر آئے کہ مسند خلافت کو حضرت عثمان سے خالی کرائیں۔ اور صحابہ میں سے کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں جن کے ساتھ اُنھیں خاص عقیدت ہو۔ خود اُن بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ اس فتنے کو حیرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بلوائیوں کو چاہے ان کے کتنے ہی بڑے طرفدار ہوں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

یہ بزرگ اور دیگر اکابر صحابہ یقیناً مفتنیوں کو مدینے سے مار کے نکال دیتے۔ مگر خرابی یہ تھی کہ ایک طرف تو خود حضرت عثمان امت محمدی میں، خونریزی ہونے کے سخت مخالف تھے۔ اور جو لوگ مدد کو آتے اُن کو بار بار قسمیں دلا کے روکتے اور فرماتے تھے کہ اپنے گھر جاؤ۔ دوسری طرف مدینے کے اکثر نوجوانوں اور شرفاے مہاجرین و انصار کے تمام غلام بلوائیوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ جن کی کثرت دیکھ کر علی ہوں یا طلحہ اور زبیر کسی کو بجز اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنے کے کوئی مفر نہ نظر آتا تھا۔ اور اُن کی خموشی سے باغیوں اور بدمعاشوں کا حوصلہ یہاں تک بڑھا کہ حضرت عثمان کو مسجد میں آنے سے روکا۔ آپ کا دانہ پانی بند کیا۔ اور بار بار تاکید کرتے تھے کہ خلافت چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمان فرماتے کہ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا "تمھیں ایک خلعت پہنایا جائے گا۔ اگر کوئی اُسے اُتروانا چاہے تو میرے پاس

عالم بقا مین چلے آنا۔ مگر اُسکو اپنے جسم سے نہ اُتارنا"۔ چونکہ یہ حضرتِ مخبر صادق کا صریحی حکم تھا۔ لہذا اس سے انحراف کرنے کو آپ کفر خیال فرماتے۔

بلوائیون کا خیال تھا کہ آپ مجبور ہو کر خلافت سے دست بردار ہو جائینگے۔ مگر اُن کی یہ مراد کسی طرح پوری نہ ہوئی۔ اور خبرین آئین کہ حجاج کے قافلے مکہ معظمہ سے اور بہت سی فوجین شام و عراق سے آپ کی مدد کے لیے آرہی ہین۔ یہ سنتے ہی آمادہ ہو گئے کہ کسی کمک کے پہونچنے سے پہلے ہی آپ کا کام تمام کر دین۔ چنانچہ جو نوعمر بزرگان صحابہ دروازے پر تھے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور بدمعاش ایک پڑوس کے مکان مین ہو کر آپ تک جا پہونچے۔ اور بکمال شقاوت و سنگدلی سے قتل کر ڈالا۔ اور سچی ہوئی وہ پیشین گوئی جس کو خود حضرت عثمان اور دیگر صحابہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ "یہ ظالمانہ تلوار اگر چل گئی تو پھر قیامت تک نہ رُکے گی"۔ چنانچہ جو امن و امان اس سے پیشتر عہد خلافت راشدہ مین قائم رہا تھا اُسکی برکت ہمیشہ کے لیے اُٹھ گئی۔ یہ اسی ایک مظلومانہ خون کا نتیجہ تھا کہ حضرت علیؓ کے ایسے نیک نفس بزرگ کو ایک گھڑی کے لیے بھی اطمینان سے خلافت کرنا نہ نصیب ہوا۔ حضرت حسن کو زہر دیا گیا۔ حضرت حسین کمال مظلومی سے میدان کربلا مین شہید ہوے۔ اور خاندان بنی ہاشم کے صدہا نکوکار و نامور فرزند بڑی سنگدلی سے مارے گئے۔ غرض جو تلوار دشمنان اسلام کے نیست و نابود کرنے کے لیے میان سے نکلی تھی خود کلمہ گو فرزندان اسلام پر جھک پڑی۔ اور آج تک دول اسلامیہ مین جو باہمی خونریزیان ہوتی رہین سب اُسی ایک خون ناحق کا پاداش تھین۔ اور تاریخ اسلام کے صفحون پر جتنے خون کے دھبے ہین صرف اُسی ایک مظلومانہ شہادت کے نتائج ہین۔ یہی پیشین گوئی نظر کے سامنے تھی کہ حضرت عمرؓ یہ خبر سن کر خوش ہو گئے کہ اُن کا قاتل مسلمان نہین کافر ہے

حضرت عثمان سے جو استقلال ثابت ہوا اور جس دیندارانہ پامردی سے آپ نے جان دی اُس سے دنیا کی ساری تاریخ خالی ہے۔ ہر طرح کے خطرے تھے۔ اور جان کا قطعی اندیشہ تھا۔ مگر آپ نے نہ اس بات کو گوارا کیا کہ اپنی

حفاظت کے لیے کوئی فوج رکھین۔ اور اُسکی تنخواہ بیت المال سے ادا کرین۔ نہ اسکو مانا کہ کسی اور شہر مین چلے جائین۔ اور نہ جوار رسالت کو چھوڑین۔ نہ اس بات کو پسند کیا کہ مدینہ کے دینداروں بہادروں ذی اثر لوگون کو لے کر نکلین۔ اور فرزندان اسلام مین باہم خونریزی کرائین۔ آخر تک یہ شعار تھا کہ "مر جاؤن گا۔ مگر خلافت کو نہ چھوڑون گا۔ اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلعم کے حکم کے خلاف ہے۔ اور نہ بلوائیون سے مقابلہ کرکے مدینے کے امن مین خلل ڈالون گا"

بعض فرزندان صحابہ اپنا فرض سمجھ کر آپ کی طرف سے لڑ رہے تھے مگر آپ بار بار اُن کو اس سے روکتے اور منع فرماتے تھے۔ جو فوجی قوت موجود تھی اُس سے کام لینے کو بھی حرم نبوت کی بے حرمتی سمجھے۔ دانے پانی اور ہر چیز کی تکلیف تھی۔ مگر پاے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ اور اُسی وضع سے اور اُسی دھن مین جس پر اول سے قائم تھے نہایت مظلومی کے ساتھ جان دے دی۔ بدنصیب جس نے نفس امارہ کے ظلم ہوس سے مسلمانون کی ایسی عظیم الشان قوم و ملت کا دفتر اُلٹنے ڈالا تھا اس کو اسی شان سے حق پر قربان ہو جانا چاہیے تھا۔

اس موقع پر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ جو لوگ آپ کی مخالفت اور عداوت پر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ شاذ و نادر ہی اُن مین سے کوئی ہو گا جو محض خلوص نیت سے خلافت کی اصلاح کے لیے اُٹھا ہو اور قریب قریب سب ذاتی اسباب سے بے وجہ آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اُن مین زیادہ نمایان محمد بن حذیفہ۔ محمد بن ابی بکر۔ کعب بن ذی الحبکہ۔ عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کے نام ہین۔ ان مین سے ہر ایک کی حالت دیکھنے اور افسوس کرنے کے قابل ہے۔

سب سے زیادہ عبرتناک ماجرا محمد بن حذیفہ کا ہے۔ اُن کے والد حذیفہ عبد شمس کے پر پوتے تھے اور وہ بنی امیہ کے گروہ مین تھے۔ حذیفہ جنگ یمامہ مین شہید ہوے تو محمد کو ایک نابالغ یتیم

چھوڑ گئے۔ حضرت عثمان نے اُن کو اپنے آغوش مین لے لیا۔ شفقت پدری سے رکھا اور ناز و نعم سے پالا۔ ہاتھ پاؤن سنبھالے تو درخواست کی کہ مجھے کہین کا والی مقرر کیجیے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ "اگر تم اس کے اہل ہوتے تو مین تمھین والی مقرر کر دیتا"۔ محمد نے کہا۔ "تو اچھا مجھے باہر جانے کی اجازت دیجیے کہ اپنی کمائی سے کھاؤن"۔ حضرت عثمان نے اجازت دی۔ خود ہی اُن کے لیے زاد راہ فراہم کیا۔ سواری اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ اور اس طرح رخصت کیا جیسے کوئی باپ بیٹے کو رخصت کرتا ہے۔ اس طرح وہ مدینہ چھوڑ کر مصر مین پہونچے۔ اور اُس سرزمین پر پہونچتے ہی محض اس بغض مین کہ اُنھین کہین کا والی نہین مقرر کیا حضرت عثمان کے دشمنون مین شامل ہو گئے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔

محمد بن ابی بکر کی نسبت حضرت عمر فاروق کے پوتے سالم بن عبداللہ جو اپنے وقت کے امام حدیث تھے اور مستند فقہاء روزگار مین شمار کیے جاتے تھے اُن سے کسی نے پوچھا۔ "محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے کیون خلاف ہو گئے؟" فرمایا "محض غصے اور لالچ کے باعث۔ اسلام مین اُن کو ایک وقعت حاصل تھی۔ بعض گروہون نے بہکایا اور اُن کے دل مین لالچ پیدا ہوا۔ اُن مین ایک طرح کی سرہنگی و سرکشی تھی جس نے اُنھین مستحق سزا ٹھہرایا۔ اور حضرت عثمان نے ان کی پیٹھ پر درے لگائے۔ ان باتون کا انجام یہ ہوا کہ وہ محمد سے "مذمم" یعنی اچھے سے برے ہو گئے"۔

حضرت عثمان

کعب بن ذی الحنکہ نہدی جو عراق کے بلوائیون کے ساتھ آیا تھا۔ اُس کی یہ حالت تھی کہ گیند کھیلنے کا بڑا رسیا تھا۔ حضرت عثمان نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا۔ "اسے مار و اور اذیت پہونچاؤ کہ اس لغویت سے باز آئے"۔ ولید نے اُس کو سزا دی اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تضییع اوقات کریگا مستوجب سزا ہو گا۔ اور حضرت عثمان کا وہ خط عام لوگون کے سامنے پڑھ کر سنا دیا۔ کعب اس سزا پانے پر برہم تھا۔ چنانچہ اسی جوش مین بھرا ہوا آپ سے انتقام لینے کو مدینے مین آیا۔

عمیر بن ضابی بھی جو آپ کے قتل کرنے کے لیے نرغہ کر کے مدینے پر چڑھ آیا

تھا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ اُس کے باپ ضابئی بن حرث برجمی نے اندنون جبکہ ولید بن عقبہ والی کوفہ تھے چند انصار سے عاریۃً ایک شکاری کتیا لی تھی جو ہرن کا شکار اچھا کرتی تھی۔ مگر اُس کے واپس کرنے مین لیت ولعل کرنے لگا۔ انصار نے اپنی کتیا زبردستی چھین لی۔ یون زور نہ چلا تو اُس نے انصار کی ہجو مین تین شعر کہے جن مین سے پچھلے شعر کا یہ مطلب تھا۔ "کہ اپنی کتیا کو نہ چھوڑو وہ تو تمھاری مان ہے۔ اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔ انصار نے اس ہجو کی شکایت حضرت عثمان کی خدمت مین کی۔ آپ نے اُس کو سزا دی اور قید کردیا۔ اس قید مین اتفاقاً وہ مرگیا۔ اور اُس کا بیٹا عمیر باپ کا بدلہ لینے کے لیے مدینے مین آیا۔

کمیل بن زیاد کا واقعہ یہ ہے کہ اُس نے ایک بار حضرت عثمان کے سامنے کچھ گستاخی اور دریدہ دہنی کی تھی۔ آپ نے اُس کے مُنہ پر ایک تھپڑ مار دیا جس کے صدمے سے وہ لڑھک کر جوتڑون کے بھل زمین پر جا گرا۔ اور بولا "امیر المومنین آپ نے مجھے اذیت پہونچائی"۔ آپ نے فرمایا "تو کیا تم نے گستاخی نہین کی؟" اس نے کہا "نہین خدا کی قسم مین نے گستاخی نہین کی"۔ آپ نے نہایت ہی سادگی و نیک نفسی سے فرمایا "ایسا ہے تو بھئی مجھے معاف کرو"۔ اُس نے زبان سے معاف کردیا۔ مگر دل سے بغض نہ نکلا۔ اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہوگیا۔

آپ کی شہادت کے بعد بنی امیہ نے علی العموم اور اُن تمام لوگون نے جو حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینا چاہتے تھے اس ہنگامے کا سارا بار حضرت علی کے سر ڈال دیا۔ مگر حضرت علی کو ہمیشہ اس سے انکار تھا۔ اور برابر اپنی برأت کرتے رہے۔ چنانچہ حسان بن زید کہتے ہین "مین نے حضرت علی کو خطبے مین آواز بلند فرماتے سُنا۔ تم لوگ میرے اور عثمان کے بارے مین دریدہ دہنی کرتے ہو۔ مگر میری اور اُن کی مثال وہی ہے جو خداے تعالی نے قرآن مین فرمادی ہے کہ" وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ " (ان کے دلون مین جو کھوٹ تھی اُسکو ہم نے نکال ڈالا وہ بھائی بھائی ہین اور ایک دوسرے کے مقابل تختون پر بیٹھے ہین۔)

الغرض جن لوگون نے حضرت عثمان کو شہید کیا سب بندۂ غرض اور ہوس کے دام مین اسیر تھے۔ اُس عہد کے جتنے اچھے لوگ تھے سب آپ کے فضل وکمال کے معترف اور آپ کی خوبیون کے مقر تھے۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچاتے تھے کہ دشمنان عثمان مین اُن کا نام شامل کیا جائے۔ اُس وقت کے تمام شیعیان علی اگرچہ حضرت معاویہ کو بُرا کہتے اور اُن سے لڑتے تھے۔ مگر حضرت عثمان کے بارے مین کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالتے۔ اور کوئی سبائی ایسی جرأت کرجاتا تو حضرت علی اُس کو سختی سے روکتے۔ اور اُس کے فعل سے اپنی برأت کا اظہار فرماتے۔

مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے تازہ تصانیف

ثانی اثنین۔ یارغار رسول انور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر ایک محققانہ لکچر جس مین جناب خلیفۂ اول کے صحیح اور مستند حالات نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے سادی اور واضح عبارت مین جمع کر دیے گئے ہین۔ یہ لکچر مسلمانون کے ایک مجمع عام مین پیش کیا گیا تھا۔ تمام حاضرین نے محظوظ ہوکر طبع واشاعت پر اصرار کیا۔ چنانچہ اُن کی خواہش کے مطابق چھاپ دیا گیا ضخامت اٹھاون صفحہ قیمت فی جلد ۸؍

ذی النورین۔ حضرت خلیفۂ ثالث اور داماد رسول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے معتبر اور صحیح واقعات پر ایک دلچسپ لکچر۔ جناب عثمان کی شہادت کے اسباب وحالات نے اکثر مسلمانون کے دلون مین طرح طرح کے شبہات ڈال رکھے ہین جس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ شہادت عثمانی کے صحیح واقعات سے کم لوگ آگاہ ہین۔ مولنا نے یہ لکچر خاص جستجو وکوشش سے مرتب کیا ہے۔ اور جتنے لوگون نے سنا بہت ہی پسند کیا۔ ضخامت ۹۵ صفحے۔ قیمت فی جلد ۱۰؍

ابو الحسنین۔ حضرت علی مرتضی خلیفۂ رابع کرم اللہ وجہہ کے حالات زندگی پر نہایت ہی فصیح وبلیغ لکچر جو نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھا گیا ہے۔ معرکہ ہائے جمل وصفین کے صحیح واقعات انفرکے سامنے موجود ہین۔ اور ناقہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کے آگے کے جگر خراش منظر کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ عام مسلمان ان واقعات سے لاعلم ہونے کے باعث مختلف غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ ان حالات سے واقف ہونے کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔ ضخامت ۴۸ صفحہ قیمت فی جلد ۸ ر

یہ تینوں لکچر تیار ہیں۔ اور قدردان نہایت ہی شوق اور جوش سے خرید رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ تاخیر میں آپ کو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے۔ لہذا فوراً منگوائیے۔

قدردانان دلگداز سے التماس

اس میں شک نہیں کہ ہم آپ سے نادم ہیں اور بار بار ندامت اٹھانے پر بھی اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ اگرچہ بدنظمی اور رسالوں کا وقت پر نہ نکالنا ہماری وضع ہو گئی ہے۔ مگر آپ کی توجہ عنایت اور قدردانی کی بدولت ہماری یہ بدوضعی بھی آج تک نبھتی چلی گئی۔ ان باتوں سے شاید آپ کو اس کا ضرور یقین ہو گیا ہو گا کہ دلگداز ایسا سخت جان ہے کہ زمانے کے ہاتھ کی چاہے جیسی سخت مار کھائے بند نہیں ہوتا۔ اور ہم بھی دعوے کے ساتھ اطمینان دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ ہرگز نہ بند ہو گا۔ اب مولانا شرر پھر مستعدی سے متوجہ ہوئے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ گذشتہ نمبروں کو چند جلد نکال کے آئندہ دلگداز کو برابر بہ وقت پر نکالیں گے۔ اور اس سال کا ناول بھی آپ کو تازگی اور بہت دلچسپ ملے گا۔ لیکن اپنے قدردان احباب سے ہمیں امید ہے کہ خریداروں کی تعداد بڑھانے میں پوری مدد دیں گے۔ اشاعت کی تعداد ہزاروں سے گھٹ کے سیکڑوں پر آ گئی ہے۔ کم از کم ہر ایک خریدار صاحب دو ایک خریدار پیدا کر دیں تو بڑی مرحمت ہو۔ چندہ اس قدر کم ہے کہ ان کو اس میں زیادہ دشواری نہ ہو گی۔

خاکسار

منیجر دلگداز

اس سے آپ کو انکار نہ ہو گا کہ دلگداز آپ کو عزیز ہے۔ پھر اپنے عزیز پرچے کی طرف سے یہ بے توجہی کیوں؟ ہماری ساری امیدوں کا دارومدار آپ ہی پر ہے۔

خاکسار۔ منیجر دلگداز

دلگداز کی مکمل جلدیں

جلد سنہ ۱۹۰۰ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۱۸ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۰۹ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۱۹ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۱۲ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ۴/	جلد سنہ ۱۹۲۲ء	عہ۴/
جلد سنہ ۱۹۱۵ء		جلد سنہ ۱۹۲۳ء	عہ۴/

دلگداز کی نامکمل جلدیں

دلگداز سنہ ۱۹۰۱ء	۱۰/	دلگداز سنہ ۱۹۱۰ء ۱۵/ سنہ ۱۹۱۱ء	عہ/
دلگداز سنہ ۱۹۱۳ء	عہ/	منتخب مضامین سنہ ۱۹۰۶ء	۱۰/

مشہور مصنفین کی کتابیں

علامہ شبلی نعمانی

الفاروق / الغزالی	عہ۸/
سیرۃ النعمان	عہ/
سوانحعمری مولانا روم	عہ۸/
بیان خسرو	۸/
موازنہ انیس و دبیر	ہے/
مثنوی صبح امید	۴/
اورنگ زیب	۸/
حیات حافظ	۶/
حیات سعدی	۶/
مجموعۂ نظم	۳/

حکیم محمد علی خان

رام پیاری	عہ/
عبرت کامل	ہے/
حسن و سرور	ہے/
گورا	۶/
نیل کا سانپ	۳/
جعفر و عباسہ	عہ۹/
اہرام مصری	عہ۹/
تقدیر	۱۲/
دیول دیوی	۱۲/ عہ۹/

خواجہ عشرت لکھنوی

شاعری کی پہلی کتاب	۸/
ایضاً دوسری کتاب	۸/
ایضاً تیسری کتاب	۸/
زبان دانی	۶/
اصول اردو	۶/
قواعد میر	۶/
جان اردو	۶/
اصلاح زبان اردو	۶/

مولوی ظفر عمر صاحب

نیلی چھتری	عہ۴/
بہرام کی گرفتاری	عہ/
چوروں کا کلب	۱۲/
مستقبل اسلام	عہ۸/
مخدرات تیموریہ	ع/
ازدواج النبی	۸/
سیرۃ العباس	عہ/
نشتر	۸/
معشوقۂ عرب	۱۰/

دلگداز!

مولانا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال مابعد کے چندے اور محصول ڈاک پر وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ کا اور ناول کا وی پی اسکا محصول بڑھا کے عہ/ کا بھیجا جاتا ہے نمونے کی قیمت ۳/

منیجر دلگداز - لکھنؤ

مولانا شرر کے خیالی ناول

آغا صادق کی شادی ایک دلچسپ قصہ ۱۰/

حسن کا ڈاکو ناول۔ حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ ہر دو حصہ۔ عہ۸/

دلچسپ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰/

اسرار دربار حرام پور۔ حرام پور کے نواب بچے رہنے کے حالات ہر دو جلد ۱۰/

عجیب وارث دولھن۔ حیرت انگیز معیاری عہ/

الفانسو۔ ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول ۱۲/

مالک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی ناول ہر دو جلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ۸/

ڈرامے اور نظمیں

اسیری بابل۔ گولڈ اسمتھ کے ایک ڈراما کا نظم اردو ترجمہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴/

زمانہ اور اسلام۔ ایک پرسوز دلگداز نیچرل نظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳/

شہید وفا۔ غرناطہ اور اسپین میں زوال دولت عرب کی تصویر ۔ ۔ ۱۰/

شب غم فراق کی بیتا بیان اور شب قدر ان ۱/

شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان ۱/

المشتہر آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز گٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

تصانیف مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

تاریخ سوانحعمری ـ اور لکچر وغیرہ

(۱) جنید بغدادی ـ حضرت جنید کے حالات ..... عہ
(۲) ابو بکر شبلی ـ حضرت شبلی کے حالات ... عہ
(۳) تاریخ سندھ ـ عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ .... عہ
(۴) تاریخ خلافت ـ خلافت کے مختصر حالات ۴ر
(۵) حسن بن صباح ـ بانی فرقۂ باطنیہ کے ۶ر
(۶) خواجہ معین الدین ـ خواجہ اجمیری کے حالات ۶ر
(۷) ملکہ زنوبیہ ـ سلف کی ایک عربی نژاد ملکہ ... ۳ر
(۸) سکینہ بنت حسین ـ جناب سکینہ بنت امام حسین ۶ر
(۹) شیرین ملکۂ عجم ـ فرہاد خسرو کی ناز معشوقہ ۳ر
(۱۰) صد پارۂ دل ـ پیروان اسلام کے حالات عہ
(۱۱) افسانۂ قیس ـ مجنون عامری کے حالات ۳ر
(۱۲) قرۃ العین ـ ایران کی مشہور مجتہدزادی کے ۲ر
(۱۳) مخدرات ـ نامور خاتونان ارض کے تاریخی حالات ۸ر
(۱۴) ولادت سرور عالم ـ مولد شریف مصنفہ علامہ ابو الفرج ابن جوزی کا ترجمہ نثر کا نثر مین اور نظم کا نظم مین مجلد ۸ر
(۱۵) جعفر و امام شافعی ـ امام ممدوح کے سفر کے حالات ۴ر
(۱۶) صقلیہ مین اسلام ـ مسلمانون کا جزیرۂ سسلی کو فتح کرنا ۱۲
(۱۷) پرسیہ کی دینی برکتین ۲
(۱۸) قانون وراثت اسلام ـ مولنا کا ایک لکچر ۴ر
(۱۹) ہندوون کا تعلق اردو سے ۴ر
(۲۰) ہندوستان کی موسیقی ۴ر

تاریخی ناول

(۲۲) عزیز و ورجنا ـ اندلس و روم کی لڑائی ۱۰ر
(۲۳) سوئیزن ملکہ ـ دوسری صلیبی لڑائی عہ
(۲۴) طاہرہ ـ نہایت دلچسپ ناول عہ
(۲۵) یوسف و نجمہ ـ مولنا کا سب سے پچھلا اور تازہ ناول عہ
(۲۶) عزیزہ مصر ـ عہد طولون کا تاریخی ناول عہ
(۲۷) فتح اندلس ـ اسپین پر عربون کا حملہ عہ
(۲۸) رومۃ الکبری ـ روم پر شمالی وحشی لوگون کا حملہ عہ
(۲۹) مفتوح فاتح ـ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول عہ
(۳۰) فلپانا ـ اراضی مراکش و اقصی المغرب پر صحابہ کا حملہ عہ
(۳۱) فلورا فلورنڈا ـ اسپانیہ کے عہد خلافت آل مروان مین عیسائیون کی حالت اور ان کا مجنونانہ جوش ۱۲ر
(۳۲) فردوس بریں ـ جیتے جی جنت کی سیر ..... عہ
(۳۳) قیس و لبنی ـ مشہور عاشق عرب اور اسکی معشوقہ لبنی عہ
(۳۴) لعبت چین ـ عہد صحابہ کا تاریخی ناول عہ
(۳۵) ملک العزیز و رجنا ـ جرمن شیر دل اور صلاح الدین اعظم ۱ر
(۳۶) مقدس نازنین ـ ایک حسینہ کا یوسف بن جانا عہ
(۳۷) ماہ ملک ـ غوریون کا عروج اور فتوحات عہ
(۳۸) منصور موہنا ـ ارض سندھ مین ایک انصاری خاندان ۱ر
(۳۹) یوسف و نجمہ ـ کال جگ بیتی نہین آپ بیتی عہ
(۴۰) ایام عرب ـ جاہلیت عرب کی مکمل تصویر دو حصہ
(۴۱) جویائے حق ـ حضرت رسول صلعم کی سوانعمری بطور ناول حصۂ اول عہ دوم ۱۲ر کامل ۱ر للعہ
(۴۲) زوال بغداد ـ شیعہ سنیون کی نا اتفاقی کا عبرتناک نتیجہ بغداد کی تباہی ۱۲ر

دیگر مطبوعات دلگداز پریس

(۴۳) مرزا غالب کی شاعری ـ مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر ۶ر
(۴۴) اکاڈیمی کی تاریخ ـ یہ مرزا صاحب موصوف کا لکچر ۴ر
(۴۵) رفع النقاب ـ مروجہ پردہ کی تردید ۴ر
(۴۶) راماین کے بعض سین ـ ۸ر
(۴۷) مسلمان تاجداران ہند ـ دہلی کے بادشاہون کے دلچسپ حالات تین حصہ عہ
(۴۸) جمیلہ ـ مصنفہ برکات احمد صاحب ۱۲ر
(۴۹) بیوفا ـ ایضاً ۱۲ر
(۵۰) مجذوب ـ جنگ کریمیا کے واقعات پر ایک دلچسپ ناول ۱۲ر
(۵۱) پاداش عمل ـ رینالڈز کے مشہور ناول کا ترجمہ حصۂ اول عہ دوم عہ سوم عہ چہارم عہ پنجم عہ
(۵۲) اتالیق بی بی ـ میان کی حرکتون پر بی بی کی سرزنش نکتہ چینی ۱۲ر

المشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز لٹریچر مرزا بیگ خان ـ لکھنؤ